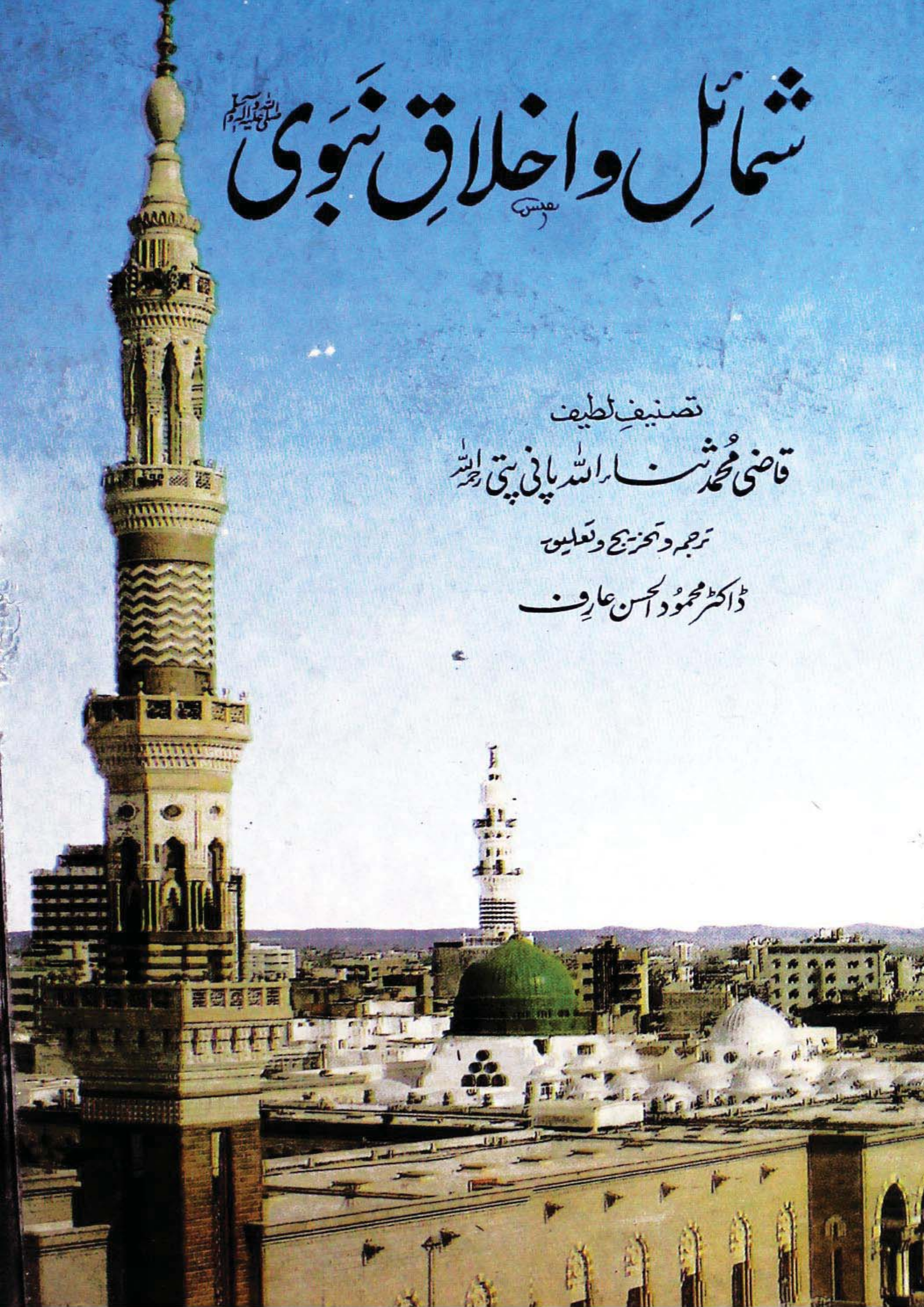
شمائلِ واخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تصنیفِ لطیف

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ

ترجمہ وتخریج وتعلیق

ڈاکٹر محمود الحسن عارف



شمائل و اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تصنیفِ لطیف

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ

المتوفی ۱۲۲۵ھ

ترجمہ و تخریج و تعلیق

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

نفیس اکادمی

الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر

[1]

کتاب	شمائل واخلاق نبویؐ
تصنیف	حضرت قاضی محمد ثناءاللہ پانی پتیؒ
ترجمہ، تخریج، تعلیق	ڈاکٹر محمود الحسن عارف
سرورق کی خطاطی	حضرت شاہ نفیس الحسینی مدظلہ
ناشر	نفیس اکادمی
	الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
تاریخ اشاعت اول	ربیع الاول ۱۴۱۹ھ / جولائی ۱۹۹۸ء
ضخامت	۱۸۸
طابع	زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور
قیمت	-/120 روپے

باہتمام

شبیر احمد خان میواتی

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم

صل على محمد وعلى آل محمد

كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

إنك حميد مجيد

اللهم

بارك على محمد وعلى آل محمد

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

إنك حميد مجيد

كتبه العبد نفيس الحسيني اللاهوري غفر الله ذنوبه وستر عيوبه في رمضان المبارك سنة ١٤١٣

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست عنوانات شمائل و اخلاق نبویؐ

○ ☆ ○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

سال ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے لطف و کرم سے، اس خاکسار کو اپنی اہلیہ سمیت حرمین شریفین کی زیارت اور حجّ بیت اللہ کی سعادت ارزاں فرمائی، تو اس موقع پر بتوفیقِ الٰہی مدینہ طیبہ جانے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

یہاں آٹھ روز قیام رہا۔ دوران قیام جو جو کیفیات اور واردات قلبی محسوس کیں، یہاں انہیں بیان کرنا مشکل ہے۔

کیف و سرور بھرے لمحات کی یادیں حافظے کا نہایت قیمتی اثاثہ ہیں۔ یہاں آکر بھی یہ لطف دوبالا کرنے کو جی چاہا تو نامور مفکرِ اسلام قاضی محمدؒ ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ کے شمائل و اخلاق نبوی کے قلمی نسخے کو، جو میرے پاس کئی سالوں سے محفوظ تھا، اٹھایا اور اس کا ترجمہ کرنا شروع کر دیا۔ جس نے بالآخر وہ شکل اختیار کر لی، جو اس وقت آپ کے سامنے ہے۔

قاضی صاحبؒ کے اس نسخے میں جو پہلو تشنہ تھے، حدیث کی معتبر کتابوں کے ذریعے ان کی تکمیل کی کوشش کی گئی ہے۔ نیز اکثر روایات کی تخریج بھی کر دی گئی ہے، جس کے بعد شمائل و اخلاق نبوی کا یہ نسخہ زیادہ جامع ہو گیا ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

میں اسے انتہائی عقیدت اور محبت کے ساتھ خدمت نبوی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را۔

مؤلف

مقدمہ

کتاب و صاحب کتاب کا تعارف

اللہ تعالٰی نے جس طرح آسمان کو چاند ستاروں سے روشن کیا اور سجایا ہے اور زمین کو درخت' سبزے اور پھل پھول اُگا کر آراستہ و پیراستہ کیا ہے' اِسی طرح اس نے ہندوستان کی سرزمین کو علما' فقہا اور صوفیا کے وجودِ مسعود سے مزیّن و آراستہ فرمایا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ہر دور میں اسلام کا علم بلند رکھا اور دینِ حق کی سربلندی اور اس کے اعلاء کے لیے ہمیشہ کمربستہ رہے' اسی قسم کے لوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (۱) — بیشک اللہ سے اس کے بندوں میں علماء ہی زیادہ ڈرتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (۲) — آپ کہہ دیجیے کیا اہل علم اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے علما کی مدح و فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فضلُ العابد علی العالِم کفضلی علٰی ادناکم (۳) — عالم کی عابد پر فضیلت ایسے ہے جیسے خود میری فضیلت تم میں سے سب سے ادنیٰ شخص پر۔

اور یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ہمارے مخدوم قاضی محمدؒ ثناء اللہ پانی پتیؒ بھی اس گروہ میں شامل ہیں جو مذکورہ احادیث کی تفسیر ہیں۔

مَولَد و مَسکَن

قاضی صاحبؒ کا مرزبوم پانی پَت کا نامور اور تاریخی شہر ہے' جو پشاور --- دہلی روڈ (جی ٹی روڈ) پر واقع ایک قدیم قصبہ ہے۔ ایک روایت کی رو سے اس تاریخی شہر کی تاسیس مشہور ہندو راجہ اَرجن کے ہاتھوں ہوئی (۴)۔ قاضی صاحبؒ اس تاریخی شہر کے محلہ قاضیاں میں رہائش پذیر رہے۔

نَسب نامہ

قاضی صاحبؒ کا نسبی تعلق معروف عثمانی خاندان سے ہے۔ آپ شیخ جلال الدّین عثمانی چشتی' قدس سرہ المعروف بہ کبیر الاولیاءؒ (م ۷۶۵ھ/ ۱۳۶۴ء) کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا نسب ۳۵ واسطوں سے (بتفصیل ذیل) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم القاضی محمد ثناء اللہ بن مولوی محمد حَبیبُ اللہ بن مولوی محمد ہدایت اللہ بن مولانا عبدالهادی بن سعید الدّین بن الشیخ عبدالقدّوس بن الشیخ خلیل اللہ بن مفتی عبدالسّمیع بن الشیخ حبیبُ اللہ بن الشیخ حسین منا بن الخواجہ محفوظ بن الخواجہ احمد بن الخواجہ ابراہیم بن قطبُ الاَقطاب محمدؐ الملقّب .مخدوم الشیخ جلالُ الدّین الصّابری العثمانی بن الخواجہ محمود بن الخواجہ یعقوب بن الخواجہ عیسیٰ بن الخواجہ اسماعیل بن الخواجہ محمدؐ بن الخواجہ عبداللہ معروف بہ ابی بکر بن الخواجہ علی بن الخواجہ عثمان بن الخواجہ عبداللہ الثالث بن الخواجہ عبدالرحمٰنؒ الثانی الکاذرونی ثم البانی پتی بن الخواجہ عبدالعزیز السّرخسی بن الخواجہ خالد بن الخواجہ ولید بن خواجہ عبدالعزیز بن الخواجہ عبدالرحمٰن اکبر

بن خواجہ عبداللہ ثانی (کذا؟ ثانی) بن خواجہ عبدالعزیز بن الخواجہ عمرو بن امیر المومنین سید نا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (۵)

ب۔ والدہ کی طرف سے

اپنی والدہ صاحبہؒ کی طرف سے قاضی صاحبؒ مشہور صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور شیخ الاسلام ابو عبداللہ الانصاریؒ المعروف بہ پیر ھرات کی اولاد میں سے ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الشیخ القاضی محمد ثناء اللہ الپانی پتی بن مسماۃ بادشاہ بیگم بنت النواب شمس الدولہ لطف اللہ خاں صادق بہادر تہور جنگ بن الخواجہ عبدالرزاق المعروف بخواجہ بزرگ بن الخواجہ عبدالسلام الصوفی بن الخواجہ عبداللہ بن الخواجہ عبدالقدوس بن جمیل الدین بن ابوالفتح بن زین الدین الملقب بہ عبدالکافی بن الخواجہ ضیاء الدین بن ابو راشد بن ابوطاہر بن ابو تراب بن نصیر الدین بن القاضی ملک علی الہراتی بن میر شاہ، ملک الہرات، بن مسعود بن عمر بن ابراہیم بن علی سہیل بن ابی طاہر بن عنقہ بن انفح بن نافع بن محمدؒ المعروف با میر الشیخ ابو اسحٰق الملقب بہ آق خواجہ بن امیر محمود شاہ الملقب بانجو بن فضل اللہ بن عبداللہ بن اسعد الانصاری بن محمدؒ بن نصیر بن محمد بن شیخ الاسلام الخواجہ ابو اسماعیل عبداللہ الانصاری المعروف بہ پیر ھرات بن ابو منصور محمد بن علی بن محمد بن احمد بن علی بن جعفر الانصاری بن ابو منصور امت بن سیدنا ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ (٦)

۳۔ والد محترم قاضی محمد حبیب اللہؒ

آپ کے والد محترم ------ قاضی محمدؒ حبیب اللہؒ ------ ایک عالم فاضل شخص تھے جو پانی پت کے ایک عرصے تک قاضی رہے۔ وہ اندازاً بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں پانی پت میں پیدا ہوئے اور درسی کتب اپنے والد قاضی محمدؒ ہدایتُ اللہ اور شہر کے دوسرے فضلا سے پڑھیں۔ پھر مغل حکمران محمدؒ شاہ کے زمانے میں پانی پت کے قاضی بنے۔ انہوں نے تصوّف اپنے زمانے کے نامور صوفی بزرگ شیخ محمد عابد سنامیؒ (م ۱۱۶۰ھ) سے حاصل کیا (۷)۔ جس کے بعد مغل رئیس نواب لطف اللہ خاں صادق تہوّر جنگ نے انہیں اپنی فرزندی میں لے کر اپنی بیٹی بادشاہ بیگم سے ان کا نکاح کر دیا۔ قاضی محمد حبیب اللہ پانی پتی اندازاً ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء سے قبل فوت ہوئے (۸)۔

ب۔ والدہ ماجدہ، بیگمی صاحبہ

قاضی صاحبؒ کی والدہ محترمہ نواب لطف اللہ خاں صادق پانی پتی کی دختر نیک اختر اور ایک عالمہ و فاضلہ خاتون تھیں۔ اپنے خاوند قاضی محمد حبیب اللہؒ کی وفات کے بعد انہوں نے اپنے دونوں صاحبزادوں (قاضی محمد فضل اللہؒ اور قاضی محمد ثناء اللہؒ) کی جس طرح تربیت فرمائی اس سے مرحومہؒ کے علم و فضل کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلویؒ، جو قاضی صاحبؒ کے پورے خاندان کے علمی اور فکری مرشد و مربّی تھے، قاضی صاحبؒ کی والدہ محترمہ کو "بیگمی صاحب" اور "ہمشیرہ مہربان بیگم" (۹) کے معزّز القابات سے خطاب فرماتے تھے۔

قاضی صاحبؒ کی والدہ محترمہ اندازاً ۱۱۹۴ھ / ۱۷۸۱ء میں فوت ہوئیں۔ مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ نے اپنے خطوط میں مرحومہ کی وفات پر قاضی صاحبؒ سے تعزیت کی ہے (۱۰)

۴۔ ولادت

قاضی صاحبؒ اندازاً ۱۱۴۰ھ سے ۱۱۴۳ھ کے مابین پانی پت کے محلہ قاضیان میں پیدا ہوئے۔ والدین نے آپ کا نام محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ رکھا (۱۱) مگر بعض اوقات آپ کے پیر و مرشد شیخ مظہر جانِ جاناں دہلویؒ اور آپ کے بے تکلف احباب آپ کو ثناء اللہ کے بجائے "سناء اللہ" لکھتے ہیں (۱۲)' جو غالباً" اظہار تعظیم کے لیے تھا.

۵۔ تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور نشوونما پانی پت کے قصبے میں ہوئی' جو اس زمانے میں علما و فضلا کے وجود سے کہکشاں بنا ہوا تھا۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید اور سولہ یا اٹھارہ برس کی عمر میں درسِ نظامی کی تکمیل فرما لی۔ جو آپؒ کی خصوصی ذہانت و فطانت کی غماز ہے (۱۳)

ابتدائی تعلیم و تربیت اور علوم عصریہ میں تکمیل کے بعد قاضی صاحبؒ نے دہلی کا رخ کیا۔ جہاں علم و فضل کی مسند پر مرزا جان جاناں دہلوی شہیدؒ (۱۴) اور امام العصر شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۱۵) جیسی نادرۂ روزگار شخصیات مسند نشیں تھیں۔ اس کے علاوہ شیخ محمد فاخر الہ بادیؒ (۱۶) سے بھی آپ نے حدیث پڑھی۔ ان بزرگوں سے اکتساب فیض کی بنا پر آپ اپنے عہد کے اکابر علما میں شمار کیے جاتے ہیں.

۶۔ مشاغل

علمی طور پر فراغت کے بعد قاضی صاحبؒ کو اپنے آبائی قصبے پانی پتؒ میں اپنے بزرگوں کی مسند پر بطور "قاضی" خدمات انجام دینے کا موقعہ ملا' آپؒ اپنی فراغت علمی سے لے کر اپنی وفات سے چند سال پیشتر تک اس منصب پر خدمات انجام دیتے رہے اور آپؒ نے اس وقت اس مسند سے استعفی دیا جب

دہلی سمیت تمام علاقے پر انگریزوں کا تسلط ہو گیا (نواح ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء)۔

آپؒ نے بطور قاضی پانی پت جو خدمات انجام دیں ان کا صحیح ادراک تو ممکن نہیں، البتہ اس عہد کی بعض تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کے اس منصب کی بنا پر اس تمام علاقے میں امن و امان رہا، جب کہ آس پاس کے دوسرے علاقوں میں بدامنی اور لوٹ مار کا دور دورہ تھا (۱۷)۔

۷۔ علم و فضل

قاضی صاحبؒ نے اپنی ذاتی لیاقت و محنت اور اپنے ذاتی علم و فضل کی بنا پر اپنے عہد میں جو مقام حاصل کیا اس کے اظہار کا یہ نہ تو موقع ہے اور نہ اس کی گنجائش۔ مختصراً یہ عرض کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ آپ کے شیخ و مربی حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ آپ کو بے حد عزیز رکھتے تھے اور آپ کو "عَلَمُ الْہُدیٰ" (ہدایت کا پرچم) کہا کرتے تھے۔ نیز فرماتے تھے :

> "آپ کے علم کی ہیبت میرے دل پر چھا جاتی ہے اور یہ کہ آپ کی ذات مروج شریعت اور منور طریقت ہے۔ آپؒ ملکوتی صفات سے متصف ہیں اور فرشتے آپ کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں" (۱۸)۔

مزید فرمایا :

> "جب روز قیامت کو اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ میں اس کی بارگاہ میں کیا ہدیہ لایا ہوں، تو میں قاضی صاحبؒ کو پیش کر دوں گا" (۱۹)۔

اسی طرح نامور محدث اور بزرگ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء) آپ کو آپ کے علمی تبحر کی بنا پر "بَیْہَقِیِ وَقْت" کہا کرتے تھے (۲۰)۔

شیخ محمد محسن بن یحیٰی ترہتی الیانع الجنی میں فرماتے ہیں :

> قاضی صاحب" فقیہ' اصولی' عابد و زاہد اور مجتہد تھے۔ آپ کی فقہ میں بہت عمدہ تصانیف ہیں۔ آپ کے شیخ (مظہر جان جاناں") آپ پر فخر کیا کرتے تھے" (۲۱).

نامور مجددی بزرگ شاہ غلام علی دہلوی" اپنی کتاب مقامات مظہری میں فرماتے ہیں :

> "آپ اپنے ہم عصر علما میں اپنے ورع و تقوی اور دیانت و امانت میں ممتاز تھے۔ آپ بکثرت عبادت کرتے تھے۔ آپ ہر روز ایک سو رکعات پڑھا کرتے تھے اور قرآن مجید کی ہفت منازل میں سے ہر روز ایک منزل تلاوت کرتے تھے (۲۲).

آپ کا انتقال رجب ۱۲۲۵ھ / اگست ۱۸۱۰ء میں ہوا اور پانی پت میں مدفون ہوے.

آپ کی اولاد کی تفصیل حسب ذیل ہے :

آپ نے دو نکاح کیے' آپ کی ایک بیوی صاحبہ کا نام" عجیبہ خانم" اور دوسری کا" رابعہ خانم" تھا۔ ان دونوں سے آپ کی حسب ذیل اولاد ہوئی :

۱۔ قاضی محمد احمد اللہ

۲۔ محمد صبغت اللہ

۳۔ محترمہ سعید النساء

۴۔ محترمہ نشاط النساء یا نشاط بیگم

۵۔ محمد حجتہ اللہ

۶۔ مولوی محمد دلیل اللہ

۷۔ دختر (نام نامعلوم)

آپ کی نرینہ اولاد میں اول الذکر آپ کے حین حیات فوت ہو گئے تھے اور عدد ۲ اور ۵ سے اولاد کا سلسلہ نہیں چلا' آپ کی وفات کے وقت صرف مولوی محمد دلیل اللہ حیات تھے اور ان سے اولاد کا سلسلہ بھی چلا' مگر چند ہی نسلوں کے بعد تمام نرینہ سلسلے ختم ہو گئے اور اب بیٹیوں کی اولاد کا سلسلہ باقی ہے (۲۳).

۸۔ علمی آثار و تصانیف

قاضی صاحبؒ کی تصانیف پر تبصرہ کرنے سے قبل مناسب ہوتا ہے کہ آپ کے تصنیفی پس منظر پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔

آپ جس زمانے میں پیدا ہوئے' یہ زمانہ ہر اعتبار سے افراتفری اور انتشار و افتراق کا عہد تھا۔ مسلمانوں میں طرح طرح کے فتنے پیدا ہو کر ان کے معاشرے میں پوری طرح اپنا زہر گھول رہے تھے اور مسلمان علمی' فکری اور سیاسی اعتبار سے مکمل طور پر آمادۂ زوال تھے۔ ان حالات میں قدرت نے اس عہد میں دو عظیم شخصیات کے ذریعے اس عہد کی گوناگوں بیماریوں کا مداوا عطا کیا۔ ان میں سے ایک شخصیت امام العصر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) کی اور دوسری مرزا مظہر جان جاناں شہید دہلویؒ (م ۱۱۹۵ھ / ۱۷۷۰ء) کی ہے۔ قاضی صاحبؒ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ نے بیک وقت ان دونوں بزرگوں سے استفادۂ علمی کیا ہے۔

مرزا مظہر جان جاناں دہلویؒ' جو قاضی صاحبؒ کے خصوصی مربّی اور سرپرست تھے' صوفی کامل ہونے کے ساتھ ساتھ اونچے درجے کے محدث و فقیہ بھی تھے اور اپنی خانقاہ میں باقاعدہ درس حدیث دیا کرتے تھے۔ حدیث میں وہ شیخ محمد افضل سیالکوٹیؒ (م ۱۱۴۶ھ / ۱۷۳۳ء) تلمیذ شیخ عبداللہ سالم مکیؒ کے شاگرد اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ہم سبق تھے۔

مزید لطف یہ کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور مرزا جان جاناں دہلویؒ

کے مابین نہایت خوشگوار مراسم اُلفت و مودّت قائم تھے۔ بعض خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں کے درمیان شاگردوں اور زیرِ تربیت افراد کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ اپنے خطوط میں مرزا صاحب کو بجا طور پر "قیِّمِ طریقۂ احمدیہ" اور "داعیِ سُنّتِ نبویہ" لکھتے تھے اور حضرت مرزا صاحب بھی حضرت شاہ صاحبؒ کا غایت درجہ ادب و احترام ملحوظ رکھتے تھے۔ قاضی صاحبؒ کا تعلق ابتداء" حضرت مظہرؒ سے قائم ہوا تھا۔ اس لیے قیاس ہے کہ انہوں نے ہی قاضی صاحبؒ کو شاہ صاحبؒ کی خدمت میں بغرض استفادۂ علمِ حدیث بھیجا تھا.

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حیاتِ مبارکہ کا یہ وہ دور تھا کہ جب ان کی حجاز مقدس سے واپسی ہو چکی تھی (۱۱۴۵ھ) اور وہ اس وقت اپنے علم و فکر کی اس انتہا پر پہنچے ہوے تھے جو ان کی عظیم الشان کُتب' خصوصا" حجۃ اللہِ البالغہ اور تفہیمات الٰہیہ وغیرہ میں نظر آتی ہے۔ اس وقت اکہرے دالان اور تین در والی صندوق نما لداؤ والی مسجد اور ایک کٹہرے (۲۴) پر مشتمل مدرسۂ رحیمیہ کی شہرت کا آفتاب عالم تاب نصف النہار پر تھا۔ اس وقت تاریخ اسلام کا یہ نامور معمارِ قوم نو نہالانِ وطن میں مستقبل کے لیے ایسے گوہر نامدار تلاش کرنے اور انہیں تراش خراش کر عظیم مقاصد کے لیے تیار کرنے میں مصروف تھا جو آپؒ کے نشاۃِ ثانیہ اسلام کے مشن اور پروگرام کو اقصاے عالم تک پہنچا سکیں۔ یہ ہندوستان کے مسلمانوں کی بھی خوش قسمتی تھی کہ انہیں ایسے جوہر آبدار تلاش کرنے میں مایوسی نہیں ہوئی۔ خود قاضی صاحبؒ بھی ایسے ہی گوہر بیش قیمت تھے.

قاضی صاحبؒ جن ایّام میں امام العصر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ہاں زیرِ تعلیم تھے (اندازا" ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۶ء میں) ان دنوں میں وہ مرزا صاحبؒ کے ہاں بھی کئی کئی روز تک حاضر نہ ہو سکتے تھے۔ مرزا مظہر جان جاناںؒ کو قاضی صاحبؒ سے غایت درجہ محبت تھی' جس میں عقیدت کا رنگ بھی جھلکتا تھا (۲۵)' اس لیے انہیں قاضی صاحبؒ کی غیر حاضری نہایت شاق گزرتی تھی' چنانچہ مرزا

صاحبؒ نے شاہ صاحبؒ کو ایک مکتوب لکھا جس میں ان سے چند مسائل بھی پوچھے اور قاضی صاحبؒ کے بارے میں استفسار کیا کہ وہ کب تک شاہ صاحبؒ کے ہاں زیرِ تعلیم رہیں گے۔ اس کے جواب میں شاہ صاحبؒ نے رقم فرمایا:

مولوی ثناء اللہ مصابیح و صحیحین
اسماع نمودند مستعد کتبِ ستّہ بلکہ
عشرۂ متداولہ اند بیُمنِ توجّہ ہمت
سامی توقع است کہ آئینہ بظہور
رسد و بعد ازاں احرام صحبت
شریف بندند (۲۶)

مولوی ثناء اللہ مصابیح و صحیحین
(صحیح بخاری و مسلم) پڑھ چکے ہیں
اور اب صحاح ستہ بلکہ عشرہ
متداولہ پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔
آپ کی مبارک توجہ کے باعث
امید ہے کہ انکا مقصد پورا ہوگا، پھر
وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے
کا احرام باندھیں گے۔

شاہ ولی اللہؒ کے اس خط سے ان دونوں اکابرینِ امت کے ہاں قاضی صاحبؒ کے مقام و رتبے کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے قاضی صاحبؒ کی تحصیل علم کے لیے مستعدی اور اس میں گہرے انہماک کا تاثر بھی ملتا ہے۔

تحصیل علم حدیث سے فراغت کے بعد بھی قاضی صاحبؒ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ہاں آتے رہتے تھے اور ان سے استفادۂ علمی کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحبؒ کے وصال سے چند سال پیشتر کے ایک خط میں بھی قاضی صاحبؒ کا ذکر ملتا ہے، شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

بعد سلام واضح باد کہ مولوی ثناء
اللہ بارَقیمۂ کریمہ رسیدند موجب
مسرّت گردید..... توقع آنست کہ
در اوقات مرجوہ دعائے

سلام کے بعد واضح ہو کہ مولوی
ثناء اللہ مکتوب گرامی کے ساتھ
پہنچے ہیں (اس یاد آوری) پر بے
حد خوشی ہوئی..... امید

سلامت ز آفات ظاہرہ و باطنہ در حق بندۂ ضعیف و فرزندان و متعلقان بوجود می آمدہ باشد۔ والسلام (۲۷)۔

ہے کہ خصوصی اوقات میں میرے لیے اور میرے فرزندوں اور متعلقین کے لیے ظاہری و باطنی آفتوں سے سلامتی کی دعا کا سلسلہ جاری رکھیں گے' وَالسَّلام۔

قاضی صاحبؒ کی فراغتِ علمی کے بعد شاہ صاحبؒ کے ہاں آمدورفت جہاں ان کی حُسن سعادت اور سلامتِ طبع کی دلیل ہے' وہاں ان کی شاہ صاحبؒ کے علمی اور فکری پروگرام خصوصاً نشأۃ ثانیۂ اسلام کے مشن سے وابستگی کا اظہار بھی ہے۔ چنانچہ ہمیں قاضی صاحبؒ کی تصنیف و تالیف میں شاہ صاحبؒ کے اس پروگرام اور ان کے اس پاکیزہ اور اعلیٰ و ارفع مشن سے گہرے تعلقات کے کئی واضح اشارے ملتے ہیں۔

شاہ صاحبؒ نے اپنے تجدیدی کام کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا تھا۔ ان کے تجدیدی کام کا مرحلۂ اول یہ تھا کہ امت کی فکری و علمی رہنمائی کی جائے۔ وجہ یہ تھی کہ اس دور کا مسلمان طرح طرح کی رسومُ و بدعات میں مبتلا ہو کر اپنے دین و مذہب سے دور ہو گیا تھا اور رسومُ و بدعات ہی کو مذہب و شریعت کا مقام دیا جا رہا تھا۔ ادھر دینی درسگاہوں میں منطق و فلسفہ نے حدیث و فقہ کی جگہ حاصل کر لی تھی اور مسلم فضلا زندگیوں کا بیشتر حصہ انہی علوم کی تحصیل و تعلیم میں صرف کر دیا کرتے تھے۔ شاہ صاحبؒ نے حدیث اور تفسیر کو ہندوستان میں ہی نہیں' بلکہ دنیا بھر میں اس کا مقام دلایا اور اس مقصد کے لیے عشرۂ متداولہ کا درس شروع کیا۔ چنانچہ فی الوقت دنیا بھر میں حدیث پڑھنے اور پڑھانے کے پہلو سے ان سے عالی' ان سے بہتر اور ان سے کثیر الاشاعت اور کوئی سند موجود نہیں ہے۔

• حدیث کی طرح امت قرآن سے بھی واجبی سا تعلق قائم رکھے ہوئے

تھی۔ شاہ صاحبؒ نے اس تعلق کو بھی از سرنو مستحکم کیا اور فارسی ترجمہ و تفسیر فَتحُ الرَّحمٰن لکھ کر اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے لیے ایک بہت بڑی تحریک کا آغاز کیا۔

فقہ کی دنیا میں شاہ صاحبؒ نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ مسالک فقہ کے مابین فقہی اختلافات کو کم کیا' دور جدید کے تقاضوں کے مطابق آٹھ شرائط پر پورا اترنے والے فقہا کو اجتہاد کرنے کی ترغیب دی اور اجتہاد کو ہر دور کے لیے فرضِ کفایہ قرار دیا (۲۸)۔ الغرض فکری و علمی دنیا میں ان کے بے شمار کارہائے نمایاں ہیں' جن کا ذکر موجب طوالت ہوگا۔

(۲) ان کے مشن کا دوسرا مرحلہ اسلام کے غلبے کے لیے سیاسی کوششوں کا آغاز تھا' چنانچہ وہ ہندوستان کی تاریخ کے پہلے شخص تھے جنہوں نے "درویش" صفت ہوتے ہوئے بھی بادشاہوں جیسا کردار ادا کیا اور ایک ایسی سیاسی و مذہبی تاریخ کی بنیاد رکھی جس کے تحت انہوں نے نہ صرف مقامی رؤسا کو مرہٹوں اور دوسرے غیر مسلم طالع آزماؤں کے خلاف منظّم کیا' بلکہ افغانستان کے حکمرانوں: احمد شاہ ابدالی وغیرہ کو بھی مرہٹوں کی سرکوبی کے لیے حملہ آور ہونے کی ترغیب دی' مگر شومیِ قسمت سے مسلم اُمّہ طاقت بہم پہنچانے کے اس انجکشن سے بھی استفادہ نہ کر سکی اور ایک تیسری قوم انگریز نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھا لیا۔ بایں ہمہ سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ جہاد اور دارالسلام دیوبند کی علمی تحریک کے اثرات اس وقت بھی باقی ہیں اور شاید قیامت تک باقی رہیں گے۔

قاضی صاحبؒ نے شاہ ولیُ اللہ محدث دہلویؒ سے "عشرۂ متداولہ" (حدیث کی دس بڑی کتابیں) کیا پڑھیں کہ اس سے آپ کی زندگی کا نقشہ ہی بدل گیا۔ قاضی صاحبؒ نے مختلف علوم و فنون پر کم و بیش ۴۰ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ان میں سے آپ کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں اس میں آپ کو شاہ صاحبؒ کا رنگ ہی نظر آئے گا' آپ کی تصانیف کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱۔ اَلتَّفْسِیْرُ الْمُظْہَرِی

یہ عظیم الشان تفسیر دس جلدوں میں ہے' اس پر آپؒ نے اپنے استاد و مربی مرزا مظہر جان جاناں دہلویؒ کی وفات (۱۱۹۵ھ / ۱۷۹۳ء) سے کام شروع کیا اور اسے تیرہ سالوں' یعنی ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۳ء میں مکمل کیا۔ اس تفسیر کی چند ایک خصوصیات حسب ذیل ہیں :

(۱)ہندوستان میں تصنیف کی جانے والی' عربی زبان کی یہ مکمل اور مبسوط تفسیر ہے' جسے اس کے فاضل مؤلفؒ نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے تصنیف کیا ہے۔

(۲)یہ تفسیر متعدد علوم شرعیہ' مثلاً'' حدیث' فقہ' اصول فقہ' قراءاتِ عشرہ' علمِ کلام' علمِ قصص القرآن' اشتقاق' نحو و لغات اور تفسیر اشاری (متصوفانہ تفسیری نکات) پر مشتمل ہے۔ اس طرح یہ علومِ تفسیر کا انسائیکلوپیڈیا ہے' جس میں ہر ایک موضوع اور مضمون کو حسب ضرورت و مقام کہیں ایجاز و اختصار اور کہیں اطناب و طوالت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(۳)تفسیر مظہری کا اسلوب تفسیر بھی بہت عمدہ ہے' عام طور پر فاضل مفسرؒ قرآنی آیت کے جس حصے (ٹکڑے) کی تفسیر بیان کرنا چاہتے ہیں' سب سے پہلے اس میں اختلافِ قراءات کا ذکر فرماتے ہیں اور مختلف قراء توں کے بنیادی اصولوں اور قواعد کی توضیح کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ مختصراً'' لغوی اور نحوی تحقیقات کا ذکر فرماتے ہیں' جس کا اسلوب و انداز عام طور پر الکشاف اور البیضاوی سے مماثل ہے۔ بعد ازاں مصنفؒ اس آیت کے مطلق یا مقید ہونے' اس کے ناسخ و منسوخ ہونے اور اسی طرح کے اصول فقہ کے احکام و مسائل سے بحث فرماتے ہیں۔ آخر میں اس آیت یا آیات میں زیر بحث آنے والے فقہی مسئلے کا ذکر کر کے اس میں فقہی مسالک اور ان کے دلائل کا محاکمہ فرماتے ہیں۔ مزید براں اس آیت کی توضیح و

تشریح میں اگر کوئی مرفوع یا مرسل روایت ملتی ہو تو اس کا اصل مآخذ کے حوالے سے ذکر فرماتے ہیں.

(۴)جہاں تک فقہی مباحث کا تعلق ہے تو چونکہ قاضی صاحبؒ بذات خود بہت بڑے عالم و محدّث تھے اور انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ' مولانا محمد فاخر محدث الہٰ بادیؒ اور مرزا مظہر جان جاناں دہلویؒ جیسے اکابر علما سے اکتساب علمی کیا تھا' اس لیے فقہی مسالک پر آپؒ کی نظر بہت گہری اور بسیط ہے۔ بنا بریں تفسیر مظہری کے فقہی مباحث انتہائی مفید اور علمی شان رکھتے ہیں اور ان کے مطالعے سے قاضی صاحبؒ کی اصابتِ رائے' ان کے علمی اور فکری مقام و مرتبے اور ان کی مجتہدانہ بصیرت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ فقہی مسالک میں آپ کا جو موقف و مسلک ہے اسے آپ نے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۶۴ کے تحت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے' آپ لکھتے ہیں :

> "اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کے ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کوئی مرفوع روایت کی صحت ثابت ہو جائے اور یہ روایت کسی معارض روایت اور کسی ناسخ سے بھی محفوظ ہو اور کسی امام، مثلاً" امام ابو حنیفہؒ کا قول اس کے مخالف ہو اور اس حدیث کے مطابق ائمہ اربعہؒ میں سے کسی کا قول ملتا ہو تو اس شخص پر حدیثِ ثابت کی اِتبِاع ضروری ہو گی اور اپنے مذہب و مسلک پر اس کا جمُود اس سے مانع نہیں ہونا چاہیئے۔ امام البیہقیؒ نے اپنی کتاب المدخل میں عبداللہ بن مبارکؒ تک سندِ متصل کے ساتھ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کوئی روایت موجود ہو تو وہ ہمارے سر آنکھوں پر اور صحابہ

کرامؓ سے کوئی روایت ہو، تو ہم اس میں سے کسی ایک
روایت کا انتخاب کریں گے اور اگر کسی تابعی کا قول ہو تو
ہم اس کے مقابلے میں اپنا قیاسی قول پیش کریں گے۔"

رَوضَۃُ العلماء میں امام ابو حنیفہؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ
آپ فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور
کسی صحابی کے قول کے مقابلے میں اگر کوئی قول ہو تو اسے
چھوڑ دو، انہی سے منقول ہے کہ اگر کوئی صحیح حدیث مل
جائے تو اس پر عمل کرنا ہی میرا فقہی مسلک ہے۔"

"اوپر جو ہم نے "حدیث" کے متعلق یہ شرط لگائی کہ
اس کے مطابق ائمہ اربعہؒ میں سے کسی کا قول ملتا ہو تو اس
کی وجہ یہ ہے کہ اجماعِ امت کے خلاف عمل کرنا لازم نہ
آجائے۔" (۲۹)

پھر جیسا کہ ہم نے اوپر اشارۃً ذکر کیا، قاضی صاحبؒ کا یہ موقف و مسلک شاہ صاحبؒ کے مسلکُ و مشرب سے ہی مستفاد ہے۔

(۵) قاضی صاحبؒ نے اپنی اس تفسیر میں تفسیر اشاری یعنی متصوفانہ تفسیر کا بھی پورا پورا اہتمام فرمایا ہے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ امام ابن تیمیہؒ اور ان کے دیگر ہم مسلک علما صوفیانہ نکات کو تفسیر نہیں مانتے، تاہم، جیسا کہ علامہ محمد حسین الذہبیؒ نے لکھا ہے کہ، جمہور علما کے نزدیک متصوفانہ نکات کے تفسیر قرآن ہونے کی علما نے چار شرائط بیان کی ہیں اور قاضی صاحبؒ نے جہاں جہاں تفسیری نکات کے طور پر متصوفانہ رموز و اقوال کا ذکر کیا ہے وہ تمام مقامات ان شرائط تفسیر پر پورا اترتے ہیں(۳۰) قاضی صاحبؒ نے عام طور پر حسب ذیل مقاصد کے لیے تفسیر اشاری پر اعتماد کیا ہے:

(الف) مشکلات قرآن کے حل اور ان کی تشریح کے لیے۔ جہاں قاضی صاحبؒ نے دوسرے علما کے اقوال کا ذکر کیا ہے وہاں صوفیا کے اقوال و معارف سے بھی استفادہ فرمایا ہے.

(ب) قرآن مجید کی آیت کی تفسیر و توضیح سے فراغت کے بعد مزید علمی لطائف کے طور پر صوفیا کے خیالات کا ذکر فرمایا ہے.

(ج) نیز اصلاحِ نفس اور اسلام کے تزکیۂ و تربیت کے نظام کی وضاحت کے لیے صوفیانہ اقوال کا تذکرہ کیا گیا ہے.

(د) مزید براں یہ ثابت اور واضح کرنے کے لیے کہ شریعت اور طریقت دونوں ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں اور یہ کہ اسلامی تصوف در حقیقت حدیثِ جبرئیل میں بیان کردہ "احسان" ہی کی تشریح ہے۔ حدیث جبرئیلؑ میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا:

> "احسان کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو بیشک وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے"..... (۳۱)

۷۔ مصادر و مآخذ

تفسیر مظہری اپنے مصادر و مآخذ کے اعتبار سے بھی عدیم المثال تفسیر ہے اور فاضل مؤلف نے اس تفسیر میں حدیث، فقہ، لغتؒ و اشتقاق، علم کلام اور علم تصوف کی صد ہا تصانیف سے استفادہ کیا ہے (۳۲)۔ اس بنا پر علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے:

> "روئے زمین پر تفسیر مظہری جیسی کوئی اور تفسیر موجود نہیں ہے." (۳۳)

۲۔اخلاق و شمائل نبویؐ

یہ رسالہ اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے (نیز دیکھیے' مقدمہ حصہ ب).

۳۔ رسالہ چہل حدیث مع شرح و بیان (قلمی' فارسی) (۳۴)

۴۔ حدیث مظہری' (قلمی' عربی)

یہ ضخیم کتاب ہے' جس میں قاضی صاحبؒ نے مختلف موضوعات پر احادیث جمع کر کے ان کی تشریح و تفصیل بیان کی ہے.

۵۔ مالا بُدّمنہ (فارسی)

یہ مختصر مگر جامع کتاب ہے جو کتاب الایمان' کتاب الطّہارۃ' کتاب الصّلوۃ' کتاب الجنائز' کتاب الصّوم' کتاب التّقویٰ اور کتاب الاحسان پر مشتمل ہے۔ کتاب کا انداز بے حد دلچسپ اور جامع و مانع ہے۔ یہ کتاب برسوں سے دینی مدارس میں داخل نصاب ہے.

پھر بظاہر تو یہ ایک عام سی کتاب ہے اور مبتدی طلباء کے لیے لکھی گئی ہے' مگر اس میں بھی تحقیق کا' خصوصاً" حدیث اور مسالکِ اربعہ کے مابین جمع و تطبیق کا رنگ غالب ہے' مثلاً" ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں :

"در فجر قراء ت طویل خواند' ابوبکر صدیقؓ ..... در نماز فجر در یک رکعت سورۂ بقرہ خواندہ و پیغمبرؐ در دو رکعت مغرب سورۂ اعراف خواند و عثمانؓ دو نماز فجر اکثر سورۂ یوسف میخواند' لیکن رعایت مقتدیان ضرور است."(۳۵)

فجر کی نماز میں قراء ت لمبی کرے حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز فجر میں ایک رکعت میں سورۂ بقرہ پڑھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مغرب کی نماز میں سورہ اعراف پڑھتے تھے۔ حضرت عثمانؓ فجر میں اکثر سورہ یوسف تلاوت فرمایا کرتے تھے' لیکن مقتدیوں کے حال کی رعایت رکھنا ضروری ہے.

اسی طرح دیہات میں نماز جمعہ کے بارے میں فرماتے ہیں :

"پس نزد امام اعظمؒ در دیہات جمعہ جائز نیست و نزد شافعی و اکثر ائمہ جمعہ جائز است." (۳۶)	امام اعظمؒ کے نزدیک دیہات میں جمعہ جائز نہیں، مگر امام شافعیؒ اور اکثر ائمہ کے نزدیک جائز ہے.

اس کتاب کا اردو و انگریزی دونوں زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے.

۶۔ فتاویٰ مظہری (قلمی، فارسی)

اس کتاب میں قاضی صاحبؒ کے نبیرہ قاضی عبدالسّلام نے قاضی صاحبؒ کے دستیاب فتاوی کو یکجا کر دیا ہے.

۷۔ المآخذ الاقوای

اس رسالے میں قاضی صاحبؒ نے وہ مسائل مدون فرمائے ہیں جن کے دلائل آپ کے نزدیک قوی اور مختار ہیں؛ کتاب نہایت دلچسپ ہے.

۸۔ رسالہ فقہ در مذاہب اربعہ

یہ فارسی زبان کا رسالہ ہے، جو ائمہ اربعہ کے اقوال و مسالک کے موافق بعض فقہی مسلک کے بیان پر مشتمل ہے.

۹۔ منارُ الاحکام

اس کتاب میں قاضی صاحبؒ نے اصول فقہ کے پہلو سے مسائل کی توضیح و تنقیح کی ہے۔ اس کتاب کا مصنف نے تفسیر مظہری میں بھی ذکر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں :

" وھذہ ابحاث طویلة ذکرناھا فی منارِ الاحکام " (۳۷)

یہ طویل مباحث ہیں، جن کا ہم نے اپنی کتاب منار الاحکام میں ذکر کیا ہے.

۱۰۔ رسالہ پنج روزی در فقہ (۳۸)

۱۱۔ مختارات (قلمی)

یہ رسالہ بھی فارسی زبان میں ہے۔ اس میں قاضی صاحبؒ نے ائمہ اربعہ کے مختار مسالک اور مختار اقوال جمع کر دیئے ہیں۔ شاہ غلام علی دہلویؒ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"قاضی صاحبؒ کے (فقہی مسائل میں) مختار اقوال ہیں' جنہیں آپ نے ایک الگ رسالے میں جمع کر دیا ہے۔"

(۳۹)

مگر افسوس کہ اس کے کسی مطبوعہ یا قلمی نسخے کا علم نہ ہو سکا۔

۱۲۔ اَلسَّیفُ الْمَسْلُوْل عَلَی الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا (مطبوعہ)

قاضی صاحبؒ نے اس کتاب میں اہل سنت وَالجماعت اور اہل تَشیع کے مابین متنازعہ امور پر قلم اٹھایا ہے اور اہل سنت کی طرف سے دفاع کیا ہے۔ یہ کتاب' جیسا کہ ہم نے اپنے تحقیقی مقالے میں بیان کیا ہے' ذاتی طور پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی مشہور زمانہ کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" سے مقدم ہے۔ مرزا مظہر جان جاناں دہلویؒ نے اپنے مکتوب میں اس کتاب کی تعریف کی ہے' یہ کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ ملتان سے شائع ہو چکی ہے۔(۴۰)

۱۳۔ رسالہ در ردِّ متعہ

چند صفحات پر مشتمل' مگر جامع رسالہ' جس میں ردِّ متعہ پر اہل سنت والجماعت کے موقف کا اثبات کیا گیا ہے' یہ مختصر رسالہ قلمی صورت میں محفوظ ہے۔

۱۴۔ رسالہ در ردِّ روافض (قلمی' فارسی)

قاضی صاحبؒ نے اس کتاب میں روافض کا رد کیا ہے۔

۱۵۔ رسالہ وسیلۃُ النجات (فارسی)

اس کتاب میں انسان کے کامیاب ہونے کا تفصیلی بیان ہے۔ یہ پچاس اوراق (۱۰۰ صفحات) پر مشتمل ہے۔

۱۶۔ رسالہ در عقائدِ حقہ (قلمی، فارسی)

اس رسالے میں قاضی صاحبؒ نے اہل سنت وَالجماعت کے عقائد کا اثبات و احقاقِ کیا ہے۔

۱۷۔ ارشادُ الطّالِبین (مطبوعہ)

اس کتاب میں اس کے فاضل مؤلف نے تصوف کے بعض بنیادی مسائل سے بحث کی ہے۔ خاص طور پر طالب یا سالک طریقہ کے لیے، ان راستوں کی نشاندہی کی ہے جن پر چل کر وہ تزکیہ و تربیت نفس کی منزل مراد حاصل کر سکتا ہے۔

۱۸۔ ازالۃُ العنود فی مسئلۃِ السّماع و وحدۃِ الوجود (مطبوعہ)

یہ رسالہ در اصل ایک مکتوب ہے جو آپ نے سید محمد سالار گنگوہی کے نام لکھا اور اس میں "سماع" کے جواز کو ثابت کیا ہے۔

اسی رسالے میں قاضی صاحبؒ نے وحدۃُ الشہود کی تحقیق کرتے ہوئے وحدۃ الوجود کا رد کیا ہے، کتاب کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔

۱۹۔ کیفیت مراقبۂ اذکار شریفہ (قلمی، فارسی)

اس میں قاضی صاحبؒ نے مراقبے کا طریقہ اور صبح و شام کے لیے مسنون اوراد و اذکار کی تفصیل بیان کی ہے۔

۲۰۔ رسالہ اوراد و وظائف

حسب سابق ہے۔

۲۱۔ تفسیر پنج آیت از اوّلِ سورۃ البقرہ بطریقۂ صوفیہ صافیا در کمالات قربہائے مرضیہ

اس مختصر رسالے میں قاصی صاحب نے سورۃ البقرۃ کی ابتدائی پانچ آیات (المفلحون تک) کی صوفیانہ انداز میں توضیح و تشریح کی ہے (۴۳)۔

۲۲۔ فوائد سبعہ (قلمی)

یہ رسالہ بھی مسائل تصوف کے بیان پر مشتمل ہے۔

۲۳۔ حقیقۃُ الاسلام (عربی و فارسی مطبوعہ)

اس کتاب میں فاضل مؤلف نے مختلف عزیزوں' رشتہ داروں اور عامۃُ المسلمین کے بندے پر حقوق کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب اردو میں ترجمہ ہو چکی ہے۔

۲۴۔ رسالہ در احقاق حق در رد اعتراضات الشیخ عبدالحق بر کلامِ المجدِّد (قلمی)

اس رسالے میں قاضی صاحبؒ نے ان اعتراضات کا مدلل جواب لکھا ہے جو شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ (م ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) پر کیے تھے۔ کتبِ مصادر سے پتہ چلتا ہے کہ قاضی صاحبؒ کی یہ پہلی کتاب ہے جو آپ نے سولہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں تصنیف فرمائی۔

۲۵۔ رسالہ دیگر در رد اعتراضات بر کلام مجدد (قلمی)

یہ کتاب حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ذات اور آپ کے اقوال پر اعتراضات کا مدلل رد ہے۔

۲۶۔ فصل الخطاب فی نصیحۃِ اولی الالباب (قلمی)

یہ کتاب مولانا شرف الدین محمد کی کتاب "قول فصل فی ارجاء الفرع الی الاصل" کے ردِ میں ہے۔

۲۷۔ الشہابُ الثّاقِب بطرد الشیطان المارد (قلمی)

اس رسالے میں قاضی صاحبؒ نے مولوی رحیم بخش ملتانی شیعی کا رد لکھا ہے۔

۲۸۔ رسالہ تقدیس وَالِدَیِ المُصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (قلمی)

یہ رسالہ قاضی صاحبؒ نے علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے اتباع میں لکھا ہے اور اس میں ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین جناب عبداللہ اور قدسیہ بی بی آمنہ مومن تھے اور اس موقف کے مخالفین کا رد کیا ہے اور جیسا کہ معلوم ہے یہ مسئلہ ہمیشہ سے امت میں اختلافی رہا ہے۔ اس

رسالے کا بھی قاضی صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے' لکھتے ہیں:

"اور شیخ جلال الدین السیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین کے قبولِ ایمان کے مسئلے پر کئی رسائل لکھے ہیں۔ میں نے شیخ جلالؒ کے ان رسائل سے استفادہ کرتے ہوئے' اپنے ایک رسالے میں ان کے اسلام کا اثبات کیا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کا رَدّ لکھا ہے" (۴۴).

۲۹۔ رسالہ در نسبِ اطہر و ازواجِ مبارکہ و اولادِ عالی گہر سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (قلمی)

اس رسالے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نسب نامے، آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کی اولادِ قدسیہ کا ذکر کیا گیا ہے (۴۵).

۳۰۔ رسالہ در بیانِ اولادِ امام ربانیؒ (قلمی)

اس رسالے میں قاضی صاحبؒ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد و احفاد کا ذکر کیا ہے اور ان کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں.

۳۱۔ رسالہ نجستہ گفتار

۳۲۔ کتاب تذکرۃ الموتی و القبور (مطبوعہ)

یہ کتاب جلال الدین السیوطیؒ کی کتاب شرح الصدور فی تذکرۃ الموتیٰ والقبور کی تلخیص اور اس کا فارسی ترجمہ ہے.

۳۳۔ تذکرۃ المعاد (مطبوعہ)

یہ کتاب علامہ السیوطیؒ کی البدورُ السافرہ کی تلخیص اور اس کا فارسی ترجمہ ہے۔ مصنف نے اس پر بعض ابواب کا خوبصورت اضافہ بھی کیا ہے.

۳۴۔ تلخیص الهوامع للشاہ ولی اللہ محدث (مطبوعہ)

شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے حزب الاعظم کی شرح بعنوان "الهوامع"

لکھی ہے، قاضی صاحبؒ نے اس کی فارسی میں خوبصورت شرح کی ہے (۴۶).

۳۵۔ وصیّت نامہ (مطبوعہ)

یہ رسالہ قاضی صاحبؒ کی اولاد و خاندان اور عامۃُ المسلمین کے لیے وصیت پر مشتمل ہے.

۳۶۔ تذکرۃُ العلم والمعارف

۳۷۔ حاشیہ ست بالمقالۃ المرضیۃ فی النّصیحۃ والوصیۃ

اس رسالے میں قاضی صاحبؒ نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کی وصیت کی شرح کی ہے اور اس پر حاشیہ لکھا ہے.

۳۸۔ مکتوبات

جو حسب ذیل کتابوں میں پائے جاتے ہیں:

(۱) مولانا سعید احمد: کلمات طیبات، دہلی.

(۲) مولانا نعیم اللہ بہڑائچی: بشاراتِ مظہریہ (۴۷).

(۳) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (مرتب) لوائحِ خانقاہِ مظہریہ.

(ب) حلیۂ شریفہ یا شمائل و اخلاق نبویؐ

شمائل و خلاق نبویؐ کا بابرکت مضمون شروع زمانے سے ہی تصنیف و تالیف اور نظم و نثر کا خصوصی موضوع رہا ہے، آخر کیوں نہ ہو، خود قرآن کریم میں آپ کی منقبت کا موضوع بتکرار آیا ہے، ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (۴۸) اور بلا شبہہ آپ خلق عظیم پر (فائز) ہیں.

اس پس منظر میں غالب کو یہ کہنا پڑا۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کآں ذات پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

اور قاضی صاحبؒ کے پیر و مرشد حضرت مظہر جان جاناںؒ فرماتے ہیں۔

خدا مدح آفریں مصطفیٰ بس
محمد حامدِ حمدِ خدا بس

یوں تو حدیث و سیر کی ہر کتاب میں "شمائل و اخلاق" کے پاکیزہ موضوع پر داد تحقیق دی گئی ہے، مگر خصوصی طور پر اس عنوان پر کام قدرے تاخیر سے شروع ہوا، غالباً اس موضوع پر اوّلین اہم اورموقع کتاب امام ابو عیسیٰ الترمذی (م ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء) شاگرد امام بخاریؒ کی ہے، جو انہوں نے تیسری صدی ہجری / نویں صدی عیسوی میں مرتب فرمائی، جس کا نام "الشَّمائلُ النَّبَوِیہ وَالْخَصَائِلُ الْمُصْطَفَوِیَہ" ہے (۴۹)، مگر اسے مختصر طور پر شمائل ترمذی کہا جاتا ہے۔

شمائل ترمذی کو اس کے منفرد موضوع کی بنا پر "امت مسلمہ" میں خصوصی قبولیت اور پذیرائی حاصل ہوئی۔ چنانچہ اسی بنا پر تاریخ اسلام کی نامور شخصیات، مثلاً علامہ جلال الدین السیوطیؒ (م ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء)، عصام الدین ابراہیم بن محمد الاسفرائنی (م ۹۴۳ھ / ۱۵۳۶ء)، ابن الحجر المکی الهیثمی (م ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء) اور شیخ عبدالرؤف المناوی وغیرہ نے اس کی شروح لکھیں اور اس کا دنیا کی بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہوا (۵۰)۔

قاضی صاحبؒ کی کتاب اور اس کا عنوان

قاضی صاحبؒ نے علما کی اس محولہ بالا فہرست میں شامل ہو کر "شمائل ترمذی" کی شرح لکھنے کی بجائے، اس عنوان پر فارسی زبان میں جو اس زمانے کی سرکاری اور علمی زبان تھی، ایک مستقل تصنیف قلمبند فرمائی۔ آپ کی اس تصنیف کا معروف نام "حلیہ شریفہ" ہے (۵۱) جو غالباً" اس کے طویل ترین باب سے ماخوذ ہے، اس نوع کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ پہلے باب پر پوری کتاب کا نام رکھ دیا گیا تاہم خود متن کتاب میں اس کا یہ نام ایک جگہ بھی منقول نہیں ہے۔

اس کے برعکس مضامین کی وسعت اور تنوع کے پیش نظر قاضی صاحبؒ

کے اس رسالے کو "شمائل و اخلاق نبویؐ" کے وسیع اور عام تر عنوان سے موسوم کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔ اس لیے ہم نے اسے یہی نام دینا بہتر سمجھا ہے' جیساکہ قاضی صاحبؒ کے بعض سوانح نگاروں' مثلاً عبدالرّزاق قریشیؒ وغیرہ نے قاضی صاحبؒ کی اس کتاب کا اس سے ملتا جلتا نام' یعنی "شرح شمائل ترمذی" لکھا ہے' جس میں ہمارے خیال میں "ترمذی" کا لفظ خواہ مخواہ کا اضافہ ہے' واقعتاً یہ کتابؒ شمائل ترمذیؒ نہیں' بلکہ شمائل و اخلاق نبویؐ کے بابرکت موضوع پر ایک مستقل کتاب ہے۔

قاضی صاحبؒ نے یہ کتاب کیوں اور کس مقصد کے تحت لکھی؟ اس بارے میں گو ہمارے پاس کوئی دو ٹوک جواب تو موجود نہیں ہے' مگر بعض قرائن سے ہم اس جواب تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

تحریکِ مجددی

قاضی صاحبؒ اور آپ کے مذکورہ بالا دونوں اساتذہ کرامؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ (م ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کی "تحریکِ مجددی" یا "تحریک نشأۃِ ثانیۂ اسلام" کے علمبردار تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی برپا کردہ اس تحریک کا بنیادی مطمحِ نظر خاتمۂ بدعت اور احیاے سنت" تھا۔ اسی بنا پر انہوں نے اپنی مکتوب کے تینوں دفتروں میں اس موضوع پر خصوصی طور پر زور دیا ہے اور اس کی اپنے شاگردوں اور متوسّلین کو خصوصی وصیت و تاکید فرمائی ہے۔

امام العصر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلویؒ نے بھی اس تحریک کو زندہ کیا اور اس میں اپنے بابرکت انفاس سے خصوصی شان و شوکت پیدا کی۔ ان کے زمانے میں "احیاے سنت اور خاتمۂ بدعات" کا نعرہ صرف ہندوستان ہی میں نہیں' بلکہ اکنافِ عالم میں پہنچا اور ان کے مستفیدین نے اسے دور دور تک پہنچا دیا۔

تحریک احیاے سنت اور خاتمۂ بدعات کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ لوگوں کو "سیرت و شمائل نبوی" اور سنتِ نبوی کے علم سے بہرہ وَر کیا جائے۔ اس مقصد کے تحت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے دہلی میں اپنے فارسی ترجمۂ قرآن کے علاوہ "عشرۂ متداولہ" (۵۳) کا درس شروع کیا' جو ابھی تک مدارسِ عربیہ میں "دورۂ حدیث شریف" کی صورت میں باقی اور بحال ہے.

اس اعلیٰ و ارفع مقصد کے تحت ان دونوں بزرگوں نے اپنے شاگردوں اور مستفیدین کو بھی اس کام پر لگایا تھا' تاکہ "فروغ و اشاعتِ سنت" کی تحریک اپنے مقصد و مآل تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکے.

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے مکتوبات سے پتہ چلتا ہے کہ اسی "تحریک نشأۃ ثانیۂ اسلام" کے تحت انہوں نے اپنے عزیز ترین شاگرد قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ کو بھی اسی کام پر لگایا تھا۔ اپنے ایک مکتوب میں وہ قاضی صاحبؒ کو لکھتے ہیں :

"و چھار جلد سیرۃ نبوی کہ طلبیدہ اید. . . . بوقت ملاقات حوالہ نمودہ می شود' بشرط آنکہ انتخاب بعضی امورات آں بفارسی برداشتہ .بمن دہید کہ اتباعِ سُنّت را بہ ازو وسیلہ نیست" (۵۴)

آپ نے جو سیرت کی چار جلدیں طلب کی ہیں بوقت ملاقات پیش کروں گا۔ اس شرط پر کہ آپ اس کی کچھ باتوں کو فارسی میں ترجمہ کر کے مجھے دیں گے' اس لیے کہ اتباعِ سنت کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہے.

اس اقتباس میں "سیرۃ نبوی" سے مراد سیرۃ شامی ہے' جو اپنے منفرد انداز اور وسعت معلومات کے باعث سیرۃ کے موضوع پر انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعض معاصر شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مظہر جان جاناںؒ کے پاس سیرۃ شامی کا ایک نہایت عمدہ نسخہ موجود تھا' جس میں سے بعض امور کے

انتخاب کا کام انہوں نے قاضی صاحب ؒ کو سونپا تھا کہ یہی اتباع سنت کا ذریعہ ہے۔

قاضی صاحب ؒ نے حضرت مرزا مظہر جانان جاناں ؒ کے حکم کی تعمیل میں کونسی کتاب تصنیف فرمائی؟ اس بارے میں قطعی طور پر تو کچھ کہنا مشکل ہے' البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنے پیر و مرشد کی تحریک سے متأثر ہو کر انہوں نے جو کتابیں تصنیف فرمائیں ان میں زیر نظر رسالہ بھی شامل ہے۔ قاضی صاحب ؒ نے اسے محض سیرۃ شامی سے انتخاب کرنے کے بجائے حدیث و سیرۃ کی معتبر اور مستند کتابوں سے منتخب کیا ہے۔

مخطوطات

ابھی تک اس کے فقط دو قلمی نسخوں کا پتہ چل سکا ہے۔ ان میں ایک نسخہ دہلی میں مولانا ابوالحسن زید فاروقیؒ (چتلی قبر دہلی) کی تحویل میں ہے' جس کا نام عبدالرزاق قریشی مرحوم نے "ترجمۂ شمائل ترمذی" لکھا ہے (۵۵)' جس میں ترمذی کا لفظ سہو کاتب ہے' دوسرا نسخہ سرگودھا (پاکستان) میں قاضی صاحب ؒ کے ایک "ہم خاندان" مولانا الیف اللہ عثمانی پانی پتی مدظلہٗ کی تحویل میں ہے' اس نسخے پر رسالے کا نام "حلیۂ شریفہ" مرقوم ہے' جو غالباً" کتاب کے اولیں طویل ترین باب سے ماخوذ ہے۔

راقم الحروف کو اس کی نقل مولانا عثمانی صاحب کی مہربانی سے حاصل ہوئی (۵۶) جس کی مدد سے یہ نسخہ شائع کیا جا رہا ہے۔ مولانا عثمانی کے زیر تحویل نسخے پر ان کے ایک جد امجد کی مہر حسب ذیل طریقے پر ثبت ہے:

"زر خرید بندۂ یزداں غلام یٰسین

عرف ظہور شیخ محمد زنور اللہ' ۱۲۳۱ھ"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ غلام یٰسین عثمانیؒ نے "حلیۂ شریفہ" کا یہ نسخہ قاضی صاحب کی وفات (۱۲۲۵ء) کے ٹھیک پانچ یا چھ سال بعد خریدا' عین ممکن ہے کہ یہ نسخہ قاضی صاحب ؒ کی زندگی ہی میں کتابت کیا گیا ہو' تاہم پانچ یا چھ

سال کا وقفہ بھی کوئی بڑا وقفہ نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر اس نسخے میں متن کی صحت کا بڑا خیال رکھا گیا ہے.

یہ قلمی ۲۳ اوراق (= ۴۷ صفحات) پر مشتمل ہے' صفحے کا سائز تقریبا ۶" x ۹" ہے' ہر صفحے میں تیرہ سطریں ہیں' نسخہ کافی بوسیدہ ہے اور بعض بعض مقامات پر بالخصوص حواشی میں کرم خوردہ ہے.

۴۔ ابواب کا تجزیہ

فاضل مؤلفؒ نے اپنی زیر نظر کتاب کو حسب ذیل ۱۸ فصلوں میں مرتب فرمایا ہے' تفصیل اس طرح ہے:

فصل / عنوان	از ورق	تا ورق
۱۔ حلیۂ مبارک	۱ الف	۸ الف
۲۔ عقلِ نبوی ؐ	۸ الف	۸ ب
۳۔ اخلاقِ نبوی ؐ	۸ ب	۹ ب
۴۔ حسنِ مُعاشرت	۹ ب	۱۰ ب
۵۔ عدمِ انتقام	۱۰ الف	۱۰ ب
۶۔ حلم و عفو	۱۰ ب	۱۱ ب
۷۔ حیا	۱۱ ب	۱۱ ب
۸۔ صبر بر ایذاء	۱۱ ب	۱۱ ب
۹۔ رحمت و شفقت	۱۱ ب	۱۲ الف
۱۰۔ تواضع	۱۲ الف	۱۴ ب
۱۱۔ شجاعت و بَسالت	۱۴ ب	۱۵ الف
۱۲۔ خوفِ الٰہی	۱۵ الف	۱۵ ب
۱۳۔ در استغفار	۱۵ ب	۱۶ الف
۱۴۔ قصرِ اَمل	۱۵ الف	۱۶ ب
۱۵۔ زہدَ فِی الدّنیا	۱۶ ب	۱۸ ب
۱۶۔ ہیبت و وجاہت	۱۸ ب	۱۸ ب
۱۷۔ کلام و سکوت	۱۸ ب	۱۹ الف
۱۸۔ در عبادت	۱۹ الف	۲۳ الف

شمائل ترمذی سے موازنہ

شمائل ترمذی میں شمائل و اخلاق نبوی پر کل ۵۳ ابواب(۵۷) ہیں' جب کہ قاضی صاحبؒ نے اپنے اس رسالے میں کل ۱۸ عناوین ترتیب دیئے ہیں۔

دونوں ابواب کے تفصیلی مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ان دونوں کتابوں کے ابواب میں واضح فرق کے باوجود مضامین میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ قاضی صاحبؒ کے ابواب نسبتاً زیادہ جامع ہیں۔ مثال کے طور پر شمائل ترمذی میں "شکل و صورتِ نبویؐ"، مہرِ نبوی' سر کے بالوں کو کنگھی کرنے' سر کے بالوں کی سفیدی' خضاب لگانے' نیز سرمہ ڈالنے وغیرہ کے عناوین پر سات مستقل ابواب میں بحث کی گئی ہے (۵۸)' جب کہ قاضی صاحبؒ موصوف نے ان پر علیحدہ علیحدہ ابواب قائم کرنے کے بجائے اس نوع کی بیشتر روایات کو "حلیۂ مبارک" کے عنوان کے ذیل میں جمع کر دیا ہے۔

بایں ہمہ شمائل ترمذی کے بعض ابواب مثلاً "لباس"' "مزاح"' "اطعمہ"' "اسمائے مبارکہ" اور "آنحضورؐ کو خواب میں دیکھنے" کے ابواب قاضی صاحبؒ سے نظر انداز ہو گئے ہیں' تاہم انہوں نے بعض دیگر اہم عنوانات مثلاً" آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ' آپؐ کی عقل و فہم' حسنِ معاشرت' صبر بر ایذا' حلم و عفو اور اعتکاف وغیرہ کا نہایت معقول اور عمدہ اضافہ کر کے شمائل و اخلاق نبویؐ کے پاکیزہ موضوع کو "اتباعِ سنت نبویؐ" کے مقصد سے زیادہ مربوط و ہم آہنگ کر دیا ہے۔ اس کی وجہ سطورِ بالا میں گزر چکی ہیں کہ یہ کتاب "تحریکِ مجددی"' یعنی تحریک نشأۃ ثانیۂ اسلام کے تحت مرتب کی گئی ہے۔

مآخذ و مصادرِ کتاب

قاضی صاحبؒ کے اس مختصر رسالے پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل مؤلفؒ نے اسے کس قدر محنت اور عرق ریزی سے مرتب کیا ہے۔ کہنے کو تو یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے، مگر حقیقت میں یہ اپنے موضوع پر انتہائی معتبر اور مستند کتاب ہے۔ قاضی صاحبؒ نے اسے از اول تا آخر بنیادی اسلامی مصادر (Primery Sources)، یعنی قرآن، حدیث اور سیرۃ کی معتبر کتابوں سے مرتب فرمایا ہے۔ اسی طرح شمائل و اخلاق نبویؐ کے پاکیزہ موضوع پر یہ محض ایک چھوٹی سی کتاب ہی نہیں، بلکہ اس عنوان پر یہ ایک تحقیقی کتاب نظر آتی ہے۔ مآخذ و مصادر کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف) قرآن حکیم

زیر بحث رسالہ میں قاضی صاحبؒ نے متعدد مقامات پر قرآنی آیات درج کر کے ان کا حوالہ دیا ہے (۵۹).

(ب) کتبِ حدیث

اس رسالے کا بیشتر مواد کتب حدیث سے ماخوذ ہے، اس ضمن میں قاضی صاحبؒ نے امام بخاریؒ کی صحیح بخاری (۶۰) اور امام مسلم نیشاپوری کی صحیح مسلم (۶۱) کا بکثرت اور بالالتزام حوالہ دیا ہے۔ حدیث کی ان دو اہم کتابوں کا مشترکہ حوالہ صحیحین (۶۲) اور بعض مقامات پر "رواہُ الشیخان" (۶۳) سے بھی دیا گیا ہے.

امام بخاریؒ ہی کی دوسری کتاب "ادبُ المفرد" (۶۴) امام ابوداؤد السجستانیؒ کی "الجامع السنن" (۶۵) (سننِ ابی داؤد) امام ترمذیؒ کی "الجامع السنن" (۶۶) سننِ ترمذی اور "شمائلِ ترمذی" (۶۷) سے بھی قاضی صاحبؒ مستفید ہوے ہیں، مزید براں انہوں نے سننِ نسائی (۶۸)، سننِ ابن ماجہ (۶۹)، سننِ

الدارمی (۷۰)، سننِ البیہقی (۷۱)، سنن الطبرانی (۷۲)، مستدرکِ حاکم (۷۳)، مسند احمد بن حنبل (۷۴)، موطّا امام مالک (۷۵) مسند ابن حبان (۷۶)، مسند بزّاز (۷۷)، مسند تقی بن مخلد (۷۸)، مصنف ابن ابی شیبہ (۷۹)، مسند ابی بکر الشافعی (۸۰) اور مسند ابو یعلیٰ (۸۱) وغیرہ کا حوالہ بھی دیا ہے۔

القصہ اس مختصر سے رسالے میں جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی مجموعی تعداد انیس ہے۔ جن میں سے اکثر کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فاضل مصنفؒ نے اس مختصر کتابچے میں اپنا معیارِ تحقیق کتنا اعلیٰ و ارفع رکھا ہے۔

(ج) کتب تفسیر

کتاب تفسیر میں سے صرف چند ابتدائی تفاسیر، مثلاً" تفسیر ابن ابی حاتم (۸۲) اور تفسیر ابن ابی الدُّنیا (۸۳) کا حوالہ ملتا ہے۔

(د) کتب سیرۃ و تاریخ

زیرِ نظر رسالے میں قاضی صاحبؒ نے جن کتبِ سیرۃ و تاریخ سے استفادہ کیا ہے، ان میں ابن جریر الطبریؒ کی تاریخ (۸۴)، ابن سعد کی الطبقات (۸۵)، ابن عساکر الدمشقی کی تاریخ دمشق، (۸۶)، البیہقی کی دلائلُ النّبوۃ (۸۷)، ابو زرعہ کی دلائل النّبوۃ (۸۸)، علامہ ابن الجوزی کی الوفا باحوالِ المصطفیٰ (۸۹)، ابو نعیم الاصفہانی کی حِلیہ (۹۰)، قاضی عیاض الشافعی کی الشّفا بتعریفِ حقوقِ المصطفیٰ (۹۱) اور محبّ الطبری (۹۲) کی کتب شامل ہیں۔ مجموعی طور پر کتبِ سیرۃ و تاریخ کے ماخذ کی تعداد دس ہے۔

(ھ) کتب لغت (Dictionaries)

کتبِ لغت میں سے صرف ایک مقام پر امام ترمذی کی ایک لغوی تحقیق سے اختلاف کرتے ہوئے الجوہری کی الصحاح کا حوالہ دیا گیا ہے (۹۳)، جو لغت کی

مشہور کتاب (Dictionary) ہے۔

اندازِ بیان

قاضی صاحبؒ کے زیر نظر رسالے کا اندازِ تحریر مکمل طور پر محدّثانہ ہے۔ ابتدائی ابواب (فصول)، بالخصوص فصل اول میں امام ترمذیؒ کا رنگ نمایاں ہے۔ اس فصل میں از اول تا آخر احادیث تشریح کی گئی ہے۔ ہم نے بھی ترجمے میں اصل عربی عبارات کو شامل رکھا ہے، بعد کی فصول میں یہ اسلوب تحریر جاری نہ رہ سکا، کیونکہ اس سے اگلی فصول میں جستہ جستہ مقامات کے سوا، ہر جگہ فارسی زبان میں احادیث کے ترجمے پر کفایت کی گئی ہے۔ احادیث کا اصل متن نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ان فصول میں ہم نے بھی اردو ترجمے پر کفایت کی ہے، البتہ حواشی میں جہاں مناسب سمجھا ہے عربی متن بھی دے دیا ہے۔ مجموعی طور پر کتاب کا انداز سہل اور دلنشیں ہے۔

۷۔ تخریج روایات

زیر نظر کتاب میں روایات کو سند مختصر کے ساتھ نقل کر دینے پر کفایت کی گئی ہے اور سند مفصل نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اس کے بجائے اصل راوی اور کتاب حدیث کے نام کا حوالہ دینا کافی سمجھا گیا ہے۔ خاکسار کے اندازے کے مطابق اس رسالے میں چھوٹی بڑی روایات کی مجموعی تعداد سو سے زائد ہے۔

القصہ زیر نظر رسالہ سیرت و شمائل نبویؐ کے موضوع پر ایک مفید و محققانہ اضافہ ہے۔ اس رسالے میں قاضی صاحبؒ نے سیرت طیبہ کے عملی پہلوؤں کو زیادہ اہمیت دی ہے، تاکہ علم کے ساتھ ساتھ عمل کی اہمیت واضح ہو، بایں ہمہ ابھی تک کسی پبلشر نے یہ کتاب شائع کرنے کی سعادت حاصل نہیں کی۔

ہم نے ترجمے میں حسب ذیل امور کا التزام کیا ہے:

۱۔ ترجمہ سلیس اور آسان اردو میں دیا گیا ہے۔
۲۔ روایات کی مکمل تحقیق اور تخریج حواشی میں درج کر دی گئی ہے۔
۳۔ فصول کو "ابواب" بنا دیا ہے۔
۴۔ جن جن ابواب میں مواد کی کمی تھی' وہاں قوسین میں مزید مواد شامل کر دیا ہے۔
۵۔ روایات کے اصل راویوں کے مختصر حالات زندگی شامل کیے گئے ہیں۔

علاوہ ازیں اس کے ساتھ مختصر سیرت طیبہ کے عنوان سے آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

الغرض تحقیق اور تعلیق کے پہلو سے کتاب کو مفید اور جامع بنانے کی مقدور بھر کوشش کی گئی ہے' پھر بھی اگر کوئی کوتاہی رہ جائے تو اسے خاکسار کی نااہلی تصور کریں ۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر اس میں کوئی خوبی نظر آئے تو اسے صاحب کتاب یعنی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فیضان نظر سمجھیں۔

مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ / ۳۱ اگست ۱۹۹۴ء

وما توفیقی الا باللّٰہ'
(محمود الحسن عارف)
دار العرفان
رحمان پارک' گلشن راوی' لاہور۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ قرآن حکیم، الفاطر(۳۵/۲۷)
۲۔ الزمر(۳۹/۹)
۳۔ البخاری کتاب العلم۔ باب ۱۰، مسلم: کتاب الامارۃ، ۷: ۱۷۵؛
۴۔ محمد میاں: پانی پت اور بزرگان پانی پت، مطبوعہ پانی پت، ص ۵ ؛ معین الدین ندوی، معجمُ الامکنۃِ الّتی لھا ذکرفی نزھۃِالخواطر؛
۵۔ نسب نامہ کے ماخذ: (ا) نسب نامہ اولاد الشیخ کبیر الاولیاء العثمانی مخزونہ در حافظ آباد (نزد معظم علی العثمانی)؛ (ب) نسب نامہ اولاد شیخ ابراہیم بن الشیخ جلال الدین (مخطوطہ بخط الحکیم سراج الاسلام عثمانیؒ) مخزونہ در لاہور (نزد خواجہ مشکور الحق العثمانی مرحوم)؛ (ج) تعارف تفسیر مظہری (قلمی) ۔خط القاری ابو محمدؒ محی الاسلام العثمانیؒ (د) بشاراتِ مظہریہ (مخطوط ،خط الشیخ المولوی نعیم اللہ بہڑائچی) مخزونہ در موزۂ بریطانیہ۔مائیکرو فلم مملوکہ مقالہ نگار؛ (ہ) اللہ دیا: سِیَرُ الاقطاب، لاہور (الشیخ جلال سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تک)؛ عبدالستار السہروردی: مسالک السالکین (۲: ۳۵۰)؛ محمد میاں الدھلوی: پانی پت اور بزرگان پانی پت، ص۲۰۰.
۶۔ (ا) قاری ابو محمد محی الاسلام پانی پتی، تعارف نامہ تفسیر مظہری، ورق، ۲؛ (۲) تذکرہ صالحیہ المعروف بہ تذکرۂ رحمانیہ، ص ۱۲ ۔ ۱۳.
۷۔ بشارات مظہریہ (قلمی) ورق ۱۳۶ ب، مخزونہ در برٹش میوزیم لندن.
۸۔ جو شیخ محمد عابد سنامیؒ کا سال وفات ہے اور بشارت مظہریہ سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ محمد عابد سنامیؒ اپنی وفات سے قبل پانی پت تشریف لائے تھے، اس وقت قاضی حبیب اللہ انتقال فرماگئے تھے.
۹۔ مکاتیب مرزا مظہر، مرتبہ عبدالرزاق قریشی، مطبوعہ بمبئی ۱۹۶۶ء ، ص ۳۸، مکتوب ۳۷.

۱۰۔ ایضاً" ص ۱۹۰، کلمات طیبات، مطبوعہ دہلی، ص ۶۷، مکتوب ۸۱.

۱۱۔ دیکھیے بشارات مظہریہ (ق) ورق ۱۴۶ ب.

۱۲۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (مرتبِ) لوائحِ خانقاہِ مُظہَریّہ، ص ۲۹، م ا.

۱۳۔ رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۴۴.

۱۴۔ آپ کا نام شمس الدین مظہر، المعروف بہ جان جاناں دہلوی" تھا۔ آپ کا نسبی تعلق حضرت محمد بن حنفیہؒ کی اولاد سے ہے، آپ بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ آپ نے حدیث الحاج خواجہ محمد افضل سیالکوٹی سے پڑھی اور طریقہ قادریہ شیخ محمد عابد سنامیؒ (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) اور طریقۂ مجددیہ اکابر مجددیہ سے حاصل کیا، شاہ ولی اللہ دھلویؒ آپ کو قیمِ طریقۂ احمدیہ کے معزز لقب سے یاد کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وقت کے اکابر علماء و فضلا، مثلاً حاجی محمد افضل سیالکوٹیؒ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور مولانا فاخر الہ آبادیؒ نے آپ کے علم و فضل کی شہادت دی ہے.

آپ فقہی طور پر مسلک حنفی کے اور تصوف میں مسلک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے پابند تھے۔ تاہم عمل بالأحادیث میں آپ کا مسلک کسی تعارف یا وضاحت کا محتاج نہ تھا۔ اس لیے بعض مسائل میں ان کے فقہِ حنفی سے جزوی اختلافات بھی مروی ہیں.

مرزا مظہر جان جاناں دہلویؒ اردو اور فارسی کے بلند پایہ شاعر بھی تھے اس کے علاوہ آپ کے مکاتیب انتہائی علمی اور فکری شان کے حامل ہیں.

آپ کو ۱۰ محرم الحرام (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء) کے دن ایک شیعی نے اپنے گھر میں بیٹھے ہوے شہید کردیا (دیکھیے الیانع الجنی من مسانید عبدالغنی، ص ۶۷ وغیرہ).

۱۵۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا نام ولی اللہ اور والد کا

نام عبدالرحیم تھا۔ شاہ ولی اللہؒ کے والد محترم شاہ عبدالرحیم دہلی کے اکابر علما و فضلا میں سے تھے۔ فتاوی عالمگیری یا فتاوی ہندیہ کی ترتیب و تصنیف میں بھی آپ کا نام شامل ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے اپنے والد ماجد کے حالات اپنی کتابوں' خصوصاً" انفاس العارفین اور الجزؤ اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ صاحبؒ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علم تصوف و طریقت میں بھی بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ شاہ عبدالرحیمؒ نے سید زاہد بن اسلم اکبر آبادی' ثم الہرویؒ جیسے فضلا سے اکتساب علمی کیا۔ انہوں نے ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء میں وفات پائی.

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی ولادت ۱۱۱۴ھ میں ہوئی۔ آپ نے اپنی تمام تعلیم اپنے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیمؒ سے حاصل کی۔ بعد ازاں آپ نے الحاج محمد افضل سیالکوٹیؒ سے استفادۂ علمی حاصل کیا' جو شیخ عبدالواحد سرہندی کے خلیفہ مجاز تھے.

پھر آپ ۱۱۴۳ھ میں زیارت حرمین الشریفین اور حج بیت اللہ کے لیے حجاز مقدس گئے۔ وہاں دو سال رہ کر متعدد علمائے حرمین' بالخصوص شیخ محمد طاہر الکردیؒ وغیرہ سے صحاح ستہ کی اسناد حاصل کیں۔ آپ کے علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ آپ کے استاد محترم شیخ محمد طاہر کردیؒ فرماتے تھے: "وہ مجھ سے الفاظ کی سند حاصل کرتے تھے اور میں ان سے معانی کی تصحیح کرتا تھا".

دو سال کے بعد ہندوستان واپس تشریف لائے اور نئے جوش اور ولولے کے ساتھ علوم عصریہ اور شریعت طیبہ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ آپؒ نے مختلف موضوعات پر پچاس سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ کی وفات ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء میں ہوئی (دیکھیے محمد رحیم بخش دہلوی: حیات ولی؛ الجزوَ اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف' ص ۱)

۱۶۔ شیخ محمد فاخر بن محمد یحییٰ الہ آبادی بن محمد امین العباسی خاندان

عباسی کے چشم و چراغ، ہندوستان کے معروف عالم دین اور محدث تھے۔ آپ کی ولادت الہ آباد میں ۱۱۲۰ھ میں ہوئی اور تعلیم و تربیت اپنے چچا محترم شیخ محمد افضل بن عبدالرحمٰن العباسی اور محمد طاہر العباسیؒ اور اپنے والد محترم شیخ محمد یحییٰ الہ آبادی سے حاصل کی۔ اپنے والد محترم کی وفات کے بعد ۱۱۴۲ھ میں ان کی مسند علمی کے وارث ہوئے۔ پھر زیارت حرمین الشریفین کے لیے گئے اور شیخ حرم مولانا محمد حیات سندھی چاچڑوی (م ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء) سے حدیث اور فقہ پڑھی اور سند حاصل کی۔ اس کے علاوہ صحیحین کی اجازت لی۔ پھر آپ ہندوستان میں ۱۱۵۰ھ میں واپس آئے اور علوم اسلامیہ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی وفات ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۰ء میں ہوئی اور برہانپور میں شیخ عبداللطیف برہانپوری کے مقبرہ کے قریب مدفون ہوئے (رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند، ص ۴۶۷ وغیرہ).

۱۷۔ نعیم اللہ، بشارت مظہریہ، ورق ۱۴۶ ب، نیز دیکھیے اورینٹل کالج میگزین میں راقم الحروف کا مقالہ "قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی بحیثیت قاضی پانی پت"، جلد ۶۴، شمارہ ۲۔۱۷۔ بابت ۱۹۹۰ء، ص ۱۹۳ تا ۲۴۲).

۱۸۔ غلام علی دہلوی : مقامات مظہری، مطبوعہ دہلی، ص ۷۷ ۔ ۔ ۔ ۔ تفسیر مظہری کے طابع قاری ابو محمد محی الاسلام پانی پتیؒ نے بعض معتبر ذرائع سے لکھا ہے کہ قاضی صاحب جب اپنے استاد و مربی مرزا مظہر جان جاناںؒ سے ملنے کے لیے اپنے گھر سے روانہ ہوتے تو مرزا مظہر اپنے متعلقین سے فرما دیتے کہ قاضی صاحبؒ آ رہے ہیں۔ ان کے لیے جگہ خالی کر دو، ایک دن ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت آپ کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ قاضی صاحبؒ آ رہے ہیں۔ فرمایا کہ "جب فرشتوں کو ادھر ادھر ہوتے دیکھتا ہوں تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ فرشتے قاضی صاحبؒ کی تعظیم و تکریم کی تیاری کر رہے ہیں، لہٰذا میں سمجھ جاتا ہوں کہ آپ آ رہے ہیں" (تعارف تفسیر مظہری، قلمی، ورق ۷).

۱۹۔ بشارات' (قلمی) ورق ۱۴۷' مقامات' ص ۷۷۔ ۷۸۔
۲۰۔ نزھۃ الخواطر' ۷ : ۱۱۳۔
۲۱۔ الیانع' ص ۶۷' مطبوعہ دیوبند۔
۲۲۔ مقامات' ص ۷۷۔ ۷۸۔
۲۳۔ دیکھیے راقم الحروف کی کتاب "تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی" (مطبوعہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ' ۱۹۹۵ء لاہور)۔
۲۴۔ بشیر الدین : واقعات دارالحکومت دہلی' ۲ : ۵۸۵ تا ۵۹۰ جہاں مدرسہ رحیمیہ کی تفصیل دی گئی ہے۔
۲۵۔ دیکھیے مکاتیب' مرتّبۂ عبدالرزاق قریشی' مطبوعہ بمبئی ۱۹۶۶ء۔
۲۶۔ کلمات طیبات' مطبوعہ دہلی' ص ۱۵۸۔ ۱۵۹' مکتوب اول۔
۲۷۔ کلمات طیبات' ص ۱۵۹' م ۴۔
۲۸۔ تفصیل کے لیے دیکھیے' ابو الحسن علی ندوی : تاریخ دعوت و عزیمت' جلد پنجم۔
۲۹۔ تفسیر مظہری' ۲ / ۱: ۶۴۔
۳۰۔ التفسیر و المفسّرون' ۳: ۱۴۳ و بعد
۳۱۔ البخاری و مسلم (کتاب الایمان)۔
۳۲۔ دیکھیے راقم الحروف کی کتاب: "تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی" بمد و فہرست۔
۳۳۔ تفسیر مظہری' مطبوعہ میاں چنوں (سرورق) نیز دیکھیے راقم کی کتاب: "تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی"
۳۴۔ عدد ۲ تا ۵ دہلی میں مولانا ابوالحسن زید (چتلی قبر دہلی) کے پاس قلمی صورت میں محفوظ ہیں۔ عدد ۵ کئی مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔
۳۵۔ مالا بدّ منہ' مطبوعہ ملتان' ص ۲۳ ۔ ۲۴۔
۳۶۔ ایضاً" ص ۴۹۔
۳۷۔ تفسیر مظہری' ۱: ۲۳۰۔
۳۸۔ یہ تمام قلمی رسائل دہلی میں مولانا ابوالحسن زید دہلوی کے

ہاں محفوظ ہیں۔

۳۹۔ مقامات مظہری' ص ۷۷

۴۰۔ عدد ۱۲ کے قلمی نسخے دہلی میں اور سرگودھا میں (مولانا الیف اللہ عثمانی) کے پاس محفوظ ہیں۔

۴۱۔ عدد ۱۷ اور عدد ۱۸ کے قلمی نسخے سرگودھا میں (مولانا الیف اللہ عثمانی کے پاس) محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ دہلی میں بھی۔

۴۲۔ عدد ۲۰ تا ۲۲ کے قلمی نسخے دہلی میں مولانا زید کے پاس محفوظ ہیں۔

۴۳۔ عدد ۲۴' ۲۷ کے قلمی نسخے مولانا الیف اللہ عثمانی کے پاس دیکھنے کا اتفاق ہوا اور عدد ۲۵ کا قلمی نسخہ' جو مصنف کے خود نوشت نسخے کی نقل ہے' خانقاہ موسیٰ زئی شریف نزد ڈیرہ اسماعیل خان میں موجود ہے۔ اس کی ایک نقل راقم نے اپنے تحقیقی مقالے کے ساتھ شامل کی ہے۔ بقیہ کتابوں کے قلمی نسخے دہلی میں ہیں۔

۴۴۔ تفسیر مظہری' ۱: ۱۲۱۔

۴۵۔ یہ باقی تمام رسائل دہلی میں مولانا ابوالحسن زیدؒ کے پاس محفوظ ہیں۔

۴۶۔ عدد ۳۳' ۳۴ اور ۳۵ مطبوعہ ہیں۔ ان کے اور دوسری کتابوں کے قلمی نسخوں کا عبدالرزاق قریشیؒ نے ذکر کیا ہے جو دہلی میں ہیں۔

۴۷۔ مخطوطہ در برٹش میوزیم۔ لندن' راقم الحروف کے پاس اس کی مائیکرو فلم موجود ہے۔

۴۸۔ القرآن الکریم (القلم' ۶۷/ ۳)۔

۴۹۔ حاجی خلیفہ: کشفُ الظنون' مطبوعہ استانبول' ۲: ۱۰۵۹ تا ۱۰۶۰۔

۵۰۔ حوالۂ مذکور' نیز اردو دائرہ معارف اسلامیہ' ۶: ۳۸۰ (بذیل ترمذی)۔

۵۱۔ فہرست کتب قاضی صاحب' مرتبہ مولانا الیف اللہ عثمانی' سرگودھا قلمی۔

۵۲۔ مثلاً ابو تمام حبیب بن اوس الطائی کا معروف انتخاب دیوان الحماسہ ہے جو اس کے پہلے باب سے موسوم ہے۔

۵۳- یعنی البخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، طحاوی، مؤطا امام مالک، مصابیح اور مشکوٰۃ.

۵۴- کلمات طیبات، مطبوعہ دہلی، ص ٦٦، م ۷۹.

۵۵- عبدالرزاق قریشی: مکاتیب مرزا مظہر، بمبئی ۱۹٦٦ء، ص ۲۳۱ - ۲۳۲.

۵٦- یہ نسخہ راقم الحروف کی تحویل میں ہے.

۵۷- شمائل ترمذی مع شرح و ترجمہ اردو انوار محمدی، مطبوعہ الہ باد (انڈیا).

۵۸- الشمائلُ المحمّدیہ، اخراج و تعلیق محمد عفیف الزعبی، دارالمطبوعات الحدیثہ، جدہ.

۵۹- شمائل و اخلاق نبوی، قلمی، ورق ۱۵ ب وغیرہ.

٦۰- مثلاً شمائل و اخلاق نبوی (قلمی)، ورق ۹ب، ۱۰ الف ۱۱ب وغیرہ.

٦۱- ایضاً- ورق ٦ الف، ٦ ب، ۸ الف، ۱۱ب، ۲۳الف.

٦۲- ایضاً- ورق ٦ الف، ۹ الف، ۱۱ الف، ۱۵ الف.

٦۳- ایضاً- ورق ۱۱ الف، ۱۹ الف وغیرہ.

٦۴- ایضاً- ورق ۹ الف.

٦۵- ایضاً- ایضاً- ورق ۱۴ ب، ۱٦ الف و ب، ۱۹ الف.

٦٦- ایضاً- ورق ۴ ب، ۵ ب، ٦ الف و ب، ۸ الف، ۱۴ ب، ۱۸ ب، ۱۹ الف، ۲۰ الف، ۲۱ الف.

٦۷- شمائل و اخلاق نبوی ورق ۱۱ ب، ۱۴ الف و ب، ۲۰ ب.

٦۸- ایضاً- ورق ۱۱ ب، ۱۴ الف و ب، ۲۰ ب.

٦۹- ایضاً، ورق ۱۴ ب.

۷۰- ایضاً- ورق ۴ ب.

۷۱- ایضاً.

۷۲- ایضاً- ورق ۴ ب، ۵ ب.

۷۳- ایضاً- ورق ۸ الف، ۱۱ الف.

۷۴- ایضاً- ورق ۱۴ الف و ب، ۱۵ ب، ۱۷ الف و ب، ۱۸ ب.

۷۵- ایضاً"- ورق ۱۹ الف.

۷۶- ایضاً"- ورق ۱۱ الف، ۱۶ ب، ۱۷ الف.

۷۷- ایضاً"- ورق ۱۷ الف.

۷۸- ایضاً"- ورق ۱۷ الف.

۷۹- ایضاً"- ورق ۱۷ ب.

۸۰- ایضاً"- ورق ۸ ب، ۲۰ ب.

۸۱- ایضاً"- ورق ۱۹ الف.

۸۲- ایضاً"- ورق ۹ الف.

۸۳- ایضاً"- ورق ۱۰ الف.

۸۴- ایضاً"- ورق ۱۰ الف و ب.

۸۵- ایضاً"- ورق ۱۰ الف.

۸۶- ایضاً"- ورق ۱۳ ب، ۱۶ الف و ب.

۸۷- ایضاً"- ورق ۸ ب.

۸۸- ایضاً"- ورق ۵ الف و ب، ۶ الف و ب، ۱۸ ب.

۸۹- ایضاً"- ورق ۴ ب.

۹۰- ایضاً"- ورق ۴ ب.

۹۱- ایضاً"- ورق ۱۳ ب.

۹۲- ایضاً"- ورق ٦ ب و ۱۳ ب.

خطبہ مولف

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائے بہترین مخلوق حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر آپؐ کی آل پر اور سب صحابہ پر۔

باب ۱

حلیۂ مبارک

(۱) امام ترمذیؒ نے شمائل ترمذی میں، الطبرانی اور بیہقی نے ہند بن ابی ہالہ (۱) سے جو حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے والدہ کی طرف سے بھائی تھے، نقل کیا ہے کہ:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم فخمًا مفخّمًا ای عظیما فی الصّدور والعیون	رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھاری بھرکم جسم کے مالک تھے، مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو ایسے نظر آتے تھے۔

البتہ جسم مبارک میں موٹاپا نہ تھا۔ بعض صحابہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا چہرۂ مبارک جمال و جلال کا پیکر تھا۔۔۔ جس پر حسب ذیل روایت کے الفاظ دلالت کرتے ہیں، کہ روایت میں ہے:

یتلا لأُ (۲) وجھُہٗ تلالؤَ القمر لیلۃَ البدر	آپ کا چہرۂ اقدس چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں اور چمکدار تھا۔
اطول من المربوع واقصر من المشذّب	آپ کا قد مبارک کو تاہ قد کے مقابلے میں لمبا اور دراز قد کے مقابلے میں کوتاہ تھا (یعنی متوسط تھا)۔
عظیم الہامۃ رجِل الشعر	سر مبارک بڑا تھا، سر کے بال نہ تو بہت زیادہ سخت تھے اور نہ زیادہ نرم، بلکہ سختی و نرمی کے معاملے میں سر کے بال درمیانے تھے۔

ان تفرقت عقیقته (۳) فرق والافلا

اگر سر کے بال خود الگ الگ ہوجاتے تو مانگ نکالتے ورنہ انہیں اپنے حال پر رہنے دیتے۔

حدیث میں لفظ عقیقہ استعمال ہوا ہے' جو باہم ملے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں۔ جنہیں باہم ملا کر سر پر اکٹھا کردیا جائے اور عقیقہ چھوٹے بالوں کو کہا جاتا ہے اور اس جگہ اس سے مراد مطلق بال ہیں' یعنی اگر تو آپؐ کے بال مبارک از خود دونوں طرف الگ الگ ہوجاتے تو آپ انہیں یونہی رہنے دیتے ورنہ آپؐ انہیں بحالہ رہنے دیتے اور انہیں الگ الگ نہ فرماتے تھے (روایت میں مزید یہ ہے):

یُجاوز (۴) شعرہ شحمۃ اذنیہ اذاھو وفرۃ

جب بال زیادہ ہوجاتے تو کانوں کے نرم حصے (کانوں کی لووں) سے بڑھ جاتے۔

لفظ "وفر" سر کے بالوں کو کہتے ہیں' جب وہ کان کی لووں کو پہنچ جائیں،

ازھر اللّون واسع الجبین ازجّ الحواجب سوابغ من غیر قرن بینھما عرق یعررہ (۵) الغضب

آپؐ کا رنگ مبارک کھلتا ہوا' یعنی سفید تھا۔ آپؐ کی پیشانی مبارک چوڑی تھی' ابرو باریک' دراز اور باہم ملے بغیر' مکمل تھے۔ ان کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کی حالت میں نمایاں ہوجاتی تھی۔

مطلب یہ ہے کہ غُصّے کے وقت وہ رگ خون سے اس طرح ہوجاتی تھی جس طرح کی ماں کی چھاتی (بچے کے لیے) دودھ سے بھر جاتی ہے۔

اقنی العرنین ویرای (۶) لہ نور یعلوہٗ یحسبہٗ (۷) من یتاملہ اشم (۸)

ناک باریک و دراز تھا اور درمیان سے قدرے ابھرا ہوا۔ اس پر ایک اوپر کو اٹھتا ہوا نور نظر آتا تھا

جسے وہ شخص محسوس کرسکتا تھا جو آپ کے چہرے کو غور سے دیکھتا۔

کث اللّحیة سهل الخدین ضلیع الفم شنب مفلج الاسنان

داڑھی کے بال گھنے' رخسار نرم اور دھن مبارک کشادہ تھا۔ دانت مبارک سفید و چمکدار اور کشادہ تھے۔

دقیق المسربة(۹) کان عنقهٗ جید دمیة فی صفاء الفضة معتدل الخلق

سینے سے ناف تک بالوں کی پتلی سی دھار تھی' گردن مبارک یوں نظر آتی تھی جیسے گویا کہ کسی مرمریں صورت کو چاندی سے ڈھالا گیا ہو۔ معتدل تخلیق والے'

بادن متماسک(۱۰) سواء البطن والصدر عریض الصدر بعید مابین المنکبین ضخم الکرا دیس انوالمتجرد

جسم مظبوط اور چست تھا نہ کہ موٹا بلغمی' سینہ اور پیٹ ہموار و مساوی تھے' چھاتی چوڑی اور کشادہ تھی دونوں کندھوں کے درمیان زیادہ فاصلہ تھا' جوڑ بند مضبوط و قوی تھے جسم مبارک کھلا رہتا چمکدار اور سفید نظر آتا تھا۔

موصول مابین اللّبة والسرة بشعر یجری کا الخط عاری الثدیین والبطن مما سوای ذالک اشعر الذراعین والمنکبین واعالی الصّدر طویل الزندین رحب الراحة

گردن سے شروع ہوکر بالوں کی ایک باریک دھار ناف تک چلی گئی تھی۔ اس کے علاوہ سینے کے دونوں طرف اور پیٹ پر بال نہ تھے۔ آپ کے دونوں گھٹنوں'

کندھوں اور سینے کے بالائی حصے پر بال تھے، ہتھیلی دراز اور کشادہ، بازو لمبے اور کہنیاں ہموار تھیں۔ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں دراز و پر گوشت تھیں۔

سائل الاطراف(۱۲) خمصان الاخمصین مسیح القدمین ینبو عنهماالماء

دونوں اطراف یعنی ہاتھ اور پاؤں لمبے اور پاؤں کے تلوے دراز تھے، جو چلتے وقت زمین کو نہ چھوتے، پاؤں کی پشت ہموار تھی کہ اگر اوپر سے پانی بہایا جاتا تو نیچے گرتا (مطلب یہ ہے کہ آپ کے پاؤں کی پشت ہموار تھی جس میں کوئی بلندی پستی نہ تھی)۔

ویمشی هوناً زیع المشیة

جب آپ راہ چلتے تو پورا قدم اٹھا کر چلتے، برابر قدم رکھتے اور نرمی سے چلتے چلتے وقت قدم کھول کھول کر رکھتے۔

اذا مشٰی کانماینحط من صبب

گویا کہ آپ بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں۔

اذا التفتّ التفتّ جمیعا

اور جب کسی کی جانب متوجہ ہوتے تو پورے چہرے اور سینے کے ساتھ متوجہ ہوتے۔

خافض الطرف نظرہ الی الارض	آپ آنکھیں نیچی رکھنے والے تھے'
(۱۳) اطول من نظرہٖ الیٰ السّماء جل نظرہ الملاحظۃ یسوق اصحابہ ویبدو من لقیہ (۱۴) بالسلام (۱۵)	آپ کا زمین کی طرف دیکھنا آسمان کی طرف دیکھنے سے زیادہ ہوتا تھا' چلتے وقت صحابہ کرام کو آگے چلاتے' راستے میں جو بھی ملتا اسے سلام میں پہل فرماتے.

یہ حدیث حسن ہے۔

(۲) امام ترمذیؒ ہی نے شمائل میں حضرت ابوالطفیلؓ سے نقل کیا ہے کہ:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم ابیض مقصّداً (۱۶)	آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حسن ملیح کے حامل تھے' جسم مبارک میانہ تھا، نہ بہت طویل اور نہ بہت چھوٹا اور نہ بہت موٹا اور نہ لاغر.

(۳) حضرت ابوھریرہؓ سے امام ترمذیؒ شمائل میں روایت کرتے ہیں:

ابیض کانما صیغ من فضۃ رِجل الشعر (۱۷)	آپ سفید رنگت والے تھے' گویا آپ کا جسم مبارک چاندی سے ڈھالا گیا ہو' آپ کے سر کے بال نہ زیادہ نرم تھے اور نہ زیادہ سخت.

(۴) امام بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں حضرت علی کَرَّمَ اللہ وجہہٗ سے نقل کیا ہے:

کان ابیض مشربا" بیاضۃ بحمرۃٍ وکان اسود الحدقۃ (۱۸)	آپؐ کی رنگت سفید تھی' جس میں سرخی کی آمیزش تھی۔ آپ کی آنکھوں کی پتلیاں خوب سیاہ اور

پلکیں دراز تھیں.

(۵) یہی امام بیہقیؒ حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت کرتے ہیں:

وکان احسن الناس صفة وکان اجملها کان ربعة الی الطول بعید مابین المنکبین

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لوگوں میں حسن ظاہری اور حسن باطنی میں بے مثال تھے۔ آپ کا قد درمیانہ مائل بہ درازی تھا۔ دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔

اسھل الخدّین

آپ کے دونوں رخسار نرم و پر گوشت تھے۔

اکحل العینین اھدب اذا وطی بقدمه وطی بکلِّها لیس له اخمص اذا وضع رداءه عن منکبیه فکانَّه سبیکة فضَّةٍ

آنکھیں سرمئی اور پلکیں دراز تھیں' جب پاؤں زمین پر رکھتے تو تلووں سمیت پورا زمین پر رکھتے' جب آپ چادر مبارک کندھے سے ہٹاتے تو یوں نظر آتا جیسے گویا آپؐ کا جسم سفید چاندی سے ڈھالا گیا ہے۔

اذا ضحک یَتَلَالأُ (۱۹)

جب ہنستے تو دانتوں کی روشنی ظاہر ہوتی.

تاہم کچھ روایات اس کے برعکس بھی ہیں.

۶۔ جیسا کہ شمائل ترمذی' معجم الطبرانی اور بیہقی کی دلائل النّبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ:

کان افلج الثنیتیَن (۲۰) اذا تکلم رؤی (۲۱) کالنّور یَخرج من ثنایاهُ (۲۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے کے دانتوں میں قدرے کشادگی تھی' اسی لیے جب آپ کلام فرماتے تو لگتا تھا کہ گویا سامنے

کے دانتوں کے اندر سے روشنی
پھوٹ رہی ہے۔

۷۔ الطبرانی میں العداء بن خالد سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

کان حسن الشُّبلة (۲۳)	آپ خوب تر سبلہ والے تھے۔

الجوھری صاحب الصحاح کے مطابق سَبلہ سے مراد اوپر کے لب کا درمیانہ دائرہ ہے' جبکہ قاموس میں ہے کہ اس سے مراد لب کا درمیانہ دائرہ بھی ہے اور داڑھی کا اگلہ حصہ بھی' مطلب یہ ہے کہ آپ کے دھن مبارک کے دونوں حصے بہت خوبصورت تھے۔

۸۔ امام ترمذیؒ حضرت ابو سعیدؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

کان خاتم النبوة فی ظهره بضعة ناشزة (۲۴)	مہر نبوت آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کمر پر ابھار کی صورت میں تھی۔

۹۔ جبکہ حضرت جابرؓ کی روایت امام ترمذیؒ نے ان الفاظ میں نقل کی ہے:

کان خاتمهٗ غدة حمراء مثل بيضة الحمامة (۲۵)	مہر نبوت سرخ غدہ کی شکل میں' کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔

۱۰۔ حضرت انسؓ بن مالک انصاریؓ سے صحیحین (بخاری و مسلم) اور سنن ترمذی میں مروی ہے کہ:

کان ربعة من القوم ليس بالطويل ولا بالابيض الامهق (۲۷) ولا بالا دم (۲۸)	آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا' نہ بہت طویل اور نہ بہت چھوٹا آپ کی رنگت سفید و واضح تھی مگر نہ تو چونے کی طرح بہت چمکدار تھی اور نہ گندم کی طرح مدہم۔

۱۱۔ امام بیہقیؒ حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت فرماتے ہیں:

كان شبح الذراعين بعيد مابين المنكبين اهدب اشفار العينين (۲۹)	آپ کی کلائیاں لمبی تھیں شانے چوڑے اور آنکھوں کی پلکیں لمبی اور دراز تھیں.

بعض علمائے کرام نے اس روایت میں مذکور شبح کا مفہوم عریض (چوڑی) کلائیاں سمجھا ہے.

۱۲۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ

كان شعره دون الجمة فوق الوفرة (۳۰)	آپ کے سر کے بال کانوں کی لووں سے نیچے، مگر کندھے سے اوپر رہتے تھے.

۱۳۔ شمائل ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

كان شيبهٗ نحو عشرين من شعره (۳۲)	سر مبارک میں بیس کے قریب سفید بال تھے.

۱۴۔ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ:

كان ضخم الرّأس واليدين والقدمين (۳۹)	آپ کا سر دونوں ہتھیلیاں دونوں قدم (قدرے) بھاری بھرکم تھے.

۱۵۔ امام مسلمؒ اور ترمذیؒ نے حضرت جابرؓ بن سمرہ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

كان ضليع الفم اشكل العينين (۳۹)	آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا دھن مبارک کشادہ اور آنکھوں کی سفیدی میں قدرے سرخی تھی.

۱۶۔ امام بیہقی کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

كان ضخم عظيم اللحية (۳۵)

آپ کا سر مبارک بڑا اور داڑھی گھنی تھی۔

۱۷۔ حضرت علی کَرَّمَ اللہ وجہہٗ ہی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

لم يكن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلَّم بالطويل الممغط ولا بالقصير المتردِّد و كان ربعة من القوم ولم يكن بالجعدالقطط ولا بالسبط

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نہ تو اتنے طویل القامت تھے کہ آنکھوں میں کھٹکیں اور نہ بہت کوتاہ قد کہ نظر نہ آئیں۔ آپ کے بال نہ تو بہت گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل نیچے کو لٹکے ہوئے۔

شمائل ترمذی کی مذکورہ روایت میں اشکل العینین کے معنی طویل شق العینین کے ہیں، یعنی آپ کی آنکھوں کی کشادگی دراز تھی، لیکن اہل لغت نے اس کے اول الذکر معنیٰ ہی مراد لیے ہیں اور قاضی عیاضؒ نے دوسرے معنی کو غلط قرار دیا ہے۔

وكان جعداً رجلًا ولم يكن بالمطهَّم ولا بالمكلثم وكان في الوجه (۳۶) تدويرابيض مشرب

آپ کا چہرہ زیادہ بڑا نہ تھا اور نہ چھوٹا اور نہ لاغر، بلکہ آپ کے چہرے میں گولائی تھی۔ آپ کی رنگت سرخ و سپید تھی۔

ادعج العينين اهدف الاشفار

آنکھوں کی پتلیاں خوب سیاہ تھیں اور پلکیں لمبی تھیں۔

جليل المشاش والكتد

آپ کی کہنیوں، گھٹنوں اور کندھوں کے جوڑ بند مضبوط تھے۔

اذا مشی تقلع کانما ینحط فی صبب واذالتفتَ التفتَ معا بین کتفیه خاتم النّبوۃ وھو خاتم النّبیین	جب آپ چلتے تو پورا قدم اٹھا اٹھا کر چلتے، گویا کہ آپ بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں، جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو یکبار پورے چہرے کے ساتھ متوجہ ہوتے، آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ اس لیے کہ آپ ہی خاتم النّبیین تھے اور آپ پر ہی نبوت ختم ہوئی ہے۔
اجود الناس کفاً واشر حھم (۳۹) صدراً واصدق الناس لھجۃً والینھم عریکۃً	سینے کی وسعت کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور زبان کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ سچے اور طبیعت میں سب سے زیادہ نرم خو تھے۔
واکرمھم عشیرۃً	اپنے قبیلے یا رھن سہن میں سب سے زیادہ معزز و محترم تھے۔
من راہ بداھۃً (۴۰) ھابہٗ	جو آپ کو اچانک دیکھتا آپ سے مرعوب ہوجاتا۔
ومن خالطہٗ معرفۃً احبّہٗ	اور جو آپ کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا وہ آپ کا گرویدہ ہوجاتا۔
یقول ناعتہ لم ارقبلہٗ ولا بعدہٗ مثلہٗ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (۳)	آپ کی صفت بیان کرنے والا

کہتا کہ میں نے آپ جیسا نہ تو
آپ سے پہلے کوئی دیکھا اور نہ
آپ کے بعد۔

بقول شاعر:

سیدے نہ نشست چوں تو بر سریر سروری (۴۲)

۱۸۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم (۴۳) فی ظھرہٖ بضعة ناشزة (۴۴)	آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پشت میں ایک ابھار تھا۔۔۔۔

۱۹۔ ایک دوسری روایت میں، جو عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے اور جسے الترمذی نے شمائل میں نقل کیا ہے، یہ مذکور ہے کہ:
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مہرِ نبوت ابھرے ہوئے تلوں کی شکل میں تھی (۴۵)

۲۰۔ حضرت جابرؓ بن سمرہ صحابی فرماتے ہیں کہ:

وکان فی ساقیہٖ حموشة (۴۷)	آپ کی دونوں پنڈلیاں باریک تھیں۔

۲۱۔ جبکہ حضرت انسؓ بن مالک سے مسلم شریف میں مروی ہے کہ:

کان کثیر العرق (۴۸)	آپ کو پسینہ بہت آتا تھا۔

اور بقول حضرت جابرؓ بن سمرہ

کان کثیر شعر اللحیة	آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔
وکان وجھہٖ مثل الشّمس والقمر و کان مستدیراً (۴۹)	آپ کا چہرہ مبارک سورج اور چاند کی طرح اور گول تھا۔

حوالہ جات و حواشی

- اس حدیث کے راوی حضرت ہند بن ابی ہالہ التّمیمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کنار پروردہ، حضرت خدیجۃُ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) کے سابقہ خاوند کے بیٹے، حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کے ماموں اور نامور صحابی رسول ہیں۔ وہ ابتدائی زمانے میں اپنی والدہ محترمہ اور خاندان کے دیگر بزرگوں کے ہمراہ مشرف باِسلام ہوے (الاصابہ، ۳ / ۶۱۔ ۶۱۲) جنگ جمل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے لڑتے ہوے جام شہادت نوش کی اور وہیں آسودہ خاک ہوے۔ علامہ ابن حزم کے بقول ان سے کتب حدیث میں صرف ایک حدیث مروی ہے (جوامع السیرۃ، ص ۳۰۰)۔

۲۔ اصل : تلالاء۔۔۔ تصحیح از شمائل ترمذی۔

۳۔ اصل : عقیمہ

۴۔ ا : تجاوز

۵۔ ا : ینتّہ

۶۔ ا : یری لہٗ

۷۔ ا : یحسہ،

۸۔ ا : الشم

۹۔ ا : المبرمۃ

۱۰۔ ا: متماسکًا

۱۱۔ یہ جملہ شمائل ترمذی (ش) میں موجود نہیں۔(آئندہ شمائل کو ش لکھا جائے گا)۔

۱۲۔ ش :

۱۳۔ ا : نظرہ الارض

۱۴۔ ا : لقی

۱۵۔ دیکھیے ابو عیسٰی الترمذی، شمائل، مطبوعہ دارالمطبوعات الحدیثہ، ص ۲۲۔ ۲۳، الطبرانی، معجم، البیہقی، دلائل النّبوۃ، ابن کثیر، شمائل الرّسول، ص ۵۲.

۱۶۔ مسلم، الصّحیح، ۱۸۲۰/۴ (کتاب الفضائل، باب ۲۸) حدیث، ۲۳۴۰ (۹۸)؛ التّرمذی، شمائل، ص ۲۶۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابوالطفیل کا نام عامر بن واثلۃ بن عبداللّٰہ الکِنانی اللّیثی تھا۔ انہوں نے جوانی کے دنوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور حضرت علیؓ کے محب و جانثار ساتھی تھے۔ وہ صحابہ کے آخری فرد تھے جنہوں نے سب سے آخر میں یعنی ۱۱۰ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابہ، ۴ / ۱۱۳) ان کے اپنے بیان سے بھی اس طویل عمری کا اندازہ ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں: (رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وماعلی وجہِ الارض رجل راہ غیری قال فقلت لہ، فکیف رایتہ، قال کان ابیض ملیحا مقصّدًا) یعنی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اس وقت روئے زمیں پر میرے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والا موجود نہیں ہے۔ نیچے کے راوی سعید الجُریری (م ۱۴۴ھ) نے پوچھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تھے تو انہوں نے مندرجہ بالا کلمات ارشاد فرمائے (مسلم)۔ علامہ ابن حزم (جوامع السیرۃ) نے ان کا شمار نو احادیث روایت کرنے والے صحابہ کرام میں کیا ہے (ص ۲۸۶).

۱۷۔ دیکھیے ترمذی، الشمائل، ص ۲۵، حدیث ۱۱۔ اس حدیث کے راوی

حضرت ابوھریرہ (بن عبداللہ بن عبد ذی الشر الدوسی) رضی اللہ عنہ ہیں جن کا اصل نام عبد شمس یا عبد عمر یا عبداللہ یا عبدالرحمٰن تھا، مگر وہ اپنی کنیت ابو ھریرہؓ سے اتنے مشہور ہوئے کہ اصل نام اس کے پیچھے چھپ گیا۔

حضرت ابو ھریرہؓ نے ۷ھ/ ۶۲۹ء میں اسلام قبول کیا اور اپنے قبیلہ بنو دوس کے ہمراہ مدینہ منورہ ہجرت کی۔ انہوں نے جنگِ خیبر (۷ھ/۶۲۹ء) میں حِصّہ لیا۔ اس طرح اگرچہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں بہت کم عرصہ یعنی صرف تین برس رہنے کا موقعہ ملا، لیکن چونکہ وہ بہت ذہین و فطین شخص تھے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عمدہ حافظے کی دعا بھی دی تھی۔ اس لیے وہ احادیث کی روایت میں پہلے نمبر پر ہیں۔۔۔۔ امام بخاریؒ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ قریباً آٹھ سو صحابہ کرامؓ سے روایات نقل فرمائی ہیں۔ انہوں نے حسب اختلاف روایات ۵۷ یا ۵۸ یا ۵۹ھ میں مدینہ منورہ میں ۷۵ برس کی عمر میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے (الاصابہ، ۴/ ۲۰۲۔ ۲۱۱))، ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں (جوامع السیرۃ ص ۲۷۵)، اس مجموعہ میں ان سے متعدد احادیث روایت کی گئی ہیں۔

۱۸۔ البیھقی دلائلُ النّبوۃ (۱: ۲۰۶) میں اس بارے میں حضرت علی سے دو روایات مروی ہیں ایک روایت میں ہے:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مشر بٌاوجھہ حمرۃً (آپ کے چہرہ مبارک میں سرخی کی آمیزش تھی) دوسری روایت میں ہے: کان ابیض مشرب الحمرۃ (آپ سفید رنگت والے تھے۔ جس میں سرخی

کی آمیزش تھی) ان دونوں کے مفہوم و معنی میں چنداں فرق نہیں ہے، دونوں روایات کا یہی مفہوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفیدی سرخی مائل تھی۔

اس حدیث طیبہ کے راوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی، آپ کے کنار پروردہ، حضرت فاطمۃ الزہراء کے خاوند، مشہور صحابی رسول، خلیفہ چہارم اور بہت سی روایات کے راوی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابو تراب ہے۔ اکثر اقوال کی رو سے مردوں یا بچوں میں سب سے پہلے قبول اسلام کی سعادت حاصل ہوئی۔ قبول اسلام کے وقت آپ کی عمر مبارک ۸ یا ۱۰ سال تھی، سوائے غزوہ تبوک کے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوے، رمضان المبارک ۴۰ھ میں شہادت ہوئی (ابن حجر العسقلانی: الاصابہ، ۲/۵۰۷ - ۵۱۰) آپ سے ۵۳۶ احادیث مروی ہیں۔ (جوامع السیرۃ، ص ۲۷۶)

۱۹۔ دلائل النبوۃ ۱/۲۷۵، ابن عساکر، تاریخ دمشق، ۱/۳۱۹۔

۲۰۔ ا : السینتن۔

۲۱۔ ا : رای۔

۲۲۔ دلائل النبوۃ، ۱/۲۱۵ الہیثمی، مجمع الزوائد، ۸/۲۷۹۔ اس حدیث کے راوی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بن عبدالمطلب ہاشمی، المطلبی ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور نامور صحابی ہیں۔ آپ کا لقب حبر الامۃ اور ترجمان القرآن ہے۔ آپ مفسر قرآن، محدث اور عظیم عالم تھے۔ آپ اپنے علم و فضل، فیاضی اور سخاوت میں معروف تھے۔ آپ کا انتقال طائف میں ۶۸ یا ۷۸ میں ہوا۔۔۔۔ جنازہ حضرت محمد بن الحنفیہ نے پڑھایا (الاصابہ، ۲/

۳۳۰ - ۳۳۵)۔ آپ سے ۱۵ سو احادیث مروی ہیں (جوامع السیرۃ' ص ۲۷٦)۔ آپ عہد صحابہ کے مفتی اور مجتہد بھی تھے.

۲۳- دلائل النبوۃ' ۱/۲۱۵ اس حدیث کے راوی حضرت عدّاء بن خالد بن ھوزہ عامری ہیں' جو غزوۂ حنین (۸/۶۳۰ء) کے بعد اسلام لائے۔ ھشام بن الکلبی نے ان کا اور ان کے والد کا ذکر مؤلفۃ القلوب افراد میں کیا ہے۔ وہ صحرانشین صحابی تھے۔ ان کی روایات اہل بصرہ کے ہاں پائی جاتی ہیں انہوں نے ۱۰۱ یا ۱۰۲ھ/ میں انتقال فرمایا (الاصابہ' ۲/۴٦٦)' بقول ابن حزم' ان سے کل تین احادیث مروی ہیں (جوامع السیرۃ' ص ۲۹۱).

۲۴- الترمذی' شمائل ص ۳۲۔ دراصل حضرت ابونضرۃ العوفی نے حضرت ابوسعید الخدریؓ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کے متعلق پوچھا تھا۔ جس کا انہوں نے یہ جواب دیا۔اس حدیث کے راوی ابو سعید سعد بن مالک بن سنان.... الانصاری الخزرجی المعروف بہ ابو سعید الخدری' نامور انصاری صحابی ہیں۔ حفاظِ حدیث اور صاحب عقل و فضل علماے صحابہ میں تھے۔ بہت سی احادیث آپ سے مروی ہیں آپ سے بہت سے صحابہ اور تابعین نے روایت حدیث کی ہے۔ ۷۴ھ میں انتقال فرمایا اور جنتُ البقیع میں مدفون ہوے (الاصابۃ ۲/۳۵)۔ آپ ۱۱۷۰ احادیث کے راوی ہیں (جوامع السیرۃ' ص ۲۷٦).

۲۵- الترمذی' السنن' ۴/۶۰۲ (کتاب المناقب' باب ۱۱: فی خاتم النبوۃ' حدیث ۳٦۴۴) پوری روایت اس طرح ہے:

کان خاتم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعنی الذی بین کتفیہ غدۃ حمراء مثل بیضۃ الحمامۃ (مفہوم وہی ہے جو اوپر متن میں بیان

ہوا)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے' اس حدیث کے راوی حضرت جابر بن سمرۃؓ العامری السوائی الانصاریؓ (حلیف بن زھرہ) مشہور صحابی رسول ہیں۔ ان کے والد محترم حضرت سمرہ کو بھی شرف صحابیت حاصل تھا۔ وہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے بھانجے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ انہیں ایک سو سے زیادہ مرتبہ مجالس نبوی بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان کا انتقال ۷۴ھ میں ہوا (الاصابہ' ۱/۲۱۲)۔ آپ سے ۴۶ احادیث مروی ہیں (جوامع السیرۃ' ص ۲۷۷)۔ حضرت جابر بن سمرۃؓ کی مذکورہ روایت کے آغاز میں یہ الفاظ آتے ہیں:

رایت الخاتم بین کتفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا) الشمائل' ص ۲۸ – ۲۹؛ البخاری' ۶/ ۵۶۴ کتاب المناقب' باب ۲۳: صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) حدیث ۳۵۴۷' مگر البخاری کی روایت میں "البائن" کا لفظ موجود نہیں ہے.

۲۷۔ ا: الا قق (بجائے الا مھق).

۲۸۔ البخاری' ۶/۵۶۴ (کتاب المناقب' باب ۲۳: صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۵۴۷۔ پوری حدیث اس طرح ہے: لیس بالطویل ولا بالقصیر از ھرالّلون 'یعنی آپؐ نہ تو بہت لمبے تھے اور نہ کوتاہ قد' صاف گندمی رنگت والے تھے۔ البتہ شمائل الترمذی' ص ۲۸ میں یہ حدیث اسی طرح ہے جس طرح اسے متن میں نقل کیا گیا ہے اس حدیث کے راوی حضرت انسؓ بن ملک بن النضر الانصاری الخزرجی ہیں۔ جن کی کنیت ابوالنَّضر تھی۔ اور ان کے والد کا نام مالک' اور قبیلہ بنو خزرج تھا۔ وہ مشہور صحابیہ خاتون حضرت ام سلیمؓ کے لخت جگر تھے۔ حضرت ام سلیمؓ اسلام کی وہ جاں نثار خاتون ہیں جنہوں نے حضرت

طلحہ سے "قبول اسلام" کے مہر پر نکاح کیا' حضرت انس ابھی دو سالہ بچے تھے' کہ حضرت ام سلیمؓ نے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف فرمادیا۔ اس طرح حضرت انسؓ نے دس برس تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب و روز خدمت کی۔ حضرت انس ؓ نے میں بمقام بُصرہ انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوے (اسد الغابہ؛ الاصابہ' ۱/۷۱ -۷۲ عدد ۲۷۷)۔ حضرت انسؓ بن مالک سے ۲۲۰۶ احادیث مروی ہیں اور روایت حدیث میں ان کا تیسرا نمبر ہے (جوامع السیرۃ' ص ۲۷۶)

۲۹- دیکھیے البیہقی' دلائل النبوۃ' ۱/۲۴۴ (باب صفۃ کفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)۔

۳۰- ابوداؤد ۴/۴۰۷' (کتاب التَّرجل' باب ۹: ماجاء فی الشعر) حدیث ۴۱۸۷ الترمذی (کتاب اللِّباس' باب الجمّۃ) ۲۱ ماجاء فی الجمعہ واتخاذ الشعر)حدیث ۱۷۵۵؛ ابن ماجہ' ۱/۳۸۶ (کتاب اللباس' باب ۳۶' روایت کے الفاظ یہ ہیں: کان لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شعر دون الجمۃ دون الوفرۃ (ترجمہ حسب بالا ہے) حدیث ۳۶۳۵۔ اس حدیث کی راویہ ام المؤمنین سیدۃ النساء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت ابوبکرؓ کی دختر تھیں' حضرت خدیجہؓ کی وفات ۱۰ نبوی/ ۳ ق ھ/۶۲۰ء کے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ ۱/۶۲۲ء کو ۹ برس کی عمر میں کاشانہ نبوت میں داخل ہوئیں۔ وصال نبوی کے وقت عمر مبارک محض ۱۸ برس تھی' ۵۷ یا ۵۸ھ/ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں (الاصابہ۴/۳۵۹ - ۳۶۱ عدد ۷۰۴؛ ابن عبدالبر: الاستیعاب فی اسماء الاصحاب' ۴/۳۵۶ - ۳۶۱)۔ حضرت عائشہ نہایت

ذہین و فطین اور عالمہ و مجتہدانہ بصیرت رکھنے والی ذی علم و فضل خاتون تھیں۔ ان سے ۲۲۱۰ احادیث مروی ہیں (جوامع السیرۃ' ص ۲۷۶).

۳۱۔ اصل میں شیبہ ہے' جبکہ سنن ابن ابی ماجہ کی حدیث میں شیب ہے---.

۳۲۔ ابن ماجہ' ۲/۳۸۴ (کتاب اللباس' باب (۳۵) من ترک الخضاب' حدیث ۳۶۳۰؛ احمد بن حنبل مسند' حدیث ۵۶۳۷ (جلد ۲' مطبوعہ دار الفکر)؛ نیز دیکھیے الشمائل' ص ۴۴' حدیث ۳۹.

اس روایت کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ بن الخطاب بن نفیل القرشی العدوی' ابو عبدالرحمان' مشہور صحابی رسول اور حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے ہیں' ولادت ۱۱ قبل از ہجرت ہوئی' ۱۴ سال کی عمر میں غزوۂ احد میں شرکت جہاد کی اجازت ملی' وہ حضرت حفصہؓ کے جڑواں بھائی تھے۔ آپ کی ذات صحابہ کرام میں اتباع سنت نبوی کا نمونہ تھی۔ وفات ۷۳ یا ۷۴ ہجری میں ہوئی (الاستیعاب' ۲/۳۴۱ - ۳۴۶) بقول ابن حزم انہوں نے ۲۶۳۰ احادیث روایت کی ہیں (جوامع' ص ۲۷۵).

۳۳۔ البخاری (۱۰/۳۵۷' کتاب اللباس' باب ۶۸ ، حدیث ۵۹۰۷؛ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: كان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ضخم الیدین والقدمین حسن الوجه لم اربعدهٔ ولا قبله' مثله' وكان بسط الكفین (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھاری بھرکم ہاتھوں اور پاؤں والے اور حسین چہرہ والے تھے۔ میں نے آپ جیسا شخص آپ کے بعد دیکھا اور نہ آپ سے پہلے۔ آپ کشادہ ہتھیلیوں والے تھے).

۳۴۔ دیکھیے مسلم' الصحیح' ۴/۱۸۲۰ (کتاب الفضائل' باب ۲۷: فی صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم---) حدیث ۲۳۳۹ (۹۷)' شمائل ترمذی'

ص ۲۳ تا ۲۴ حدیث ۸۔ پوری روایت اس طرح ہے: حضرت جابرؓ بن سمرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دھن مبارک فراخ، آنکھیں بڑی، کشادہ اور پنڈلیاں پتلی تھیں۔ حضرت شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے سماک بن حرب سے پوچھا ضلیع الفم کسے کہتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا عظیم الفمّ (بڑے منہ والے) کو، میں نے کہا اشکل العینین سے کیا مراد ہے انہوں نے کہا جس کی آنکھیں بڑی ہوں۔ میں نے پوچھا منہوس العقب کا کیا مطلب ہے انہوں نے فرمایا جس کی پنڈلی پر گوشت کم ہو۔

۳۵۔ دلائل النّبوۃ، طبع عبدالمعطی قلعجی، بیروت ۲۱۶/۱، جبکہ سنن الترمذی (۵/ ۵۹۸ کتاب المناقب، باب ۸: ماجاء فی صفۃِ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم)، حدیث ۳۶۳۷ کے الفاظ اس سے قدرے مختلف ہیں، وہاں الفاظ یہ ہیں: لم یکن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالطویل ولا بالقصیر ششن الکفین والقدمین ضخم الرّاس ضخم الکرادیس، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو طویل القامت تھے اور نہ کوتاہ قامت، آپ بھاری ہتھیلیوں اور پاؤں والے اور بھاری سر اور مضبوط جوڑ بند والے تھے)۔۔۔۔

۳۶۔ اصل میں: وجہ ہے (الصحیح از سنن الترمذی)

۳۷۔ اصل: یتقلّع

۳۸۔ سنن ترمذی میں یمشی ہے (بجائے یخط)۔

۳۹۔ تصحیح از سنن ترمذی

۴۰۔ ا: بدا منہ

۴۱۔ الترمذی، ۵۹۷/۴ (کتاب المناقب، باب ۸)، حدیث ۳۶۳۸؛ البیہقی، دلائل، ۲۲۷/۱۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن

غریب ہے اور اس کی سند متصل نہیں ہے (الشمائل، ص ۲۰۔ ۲۱، حدیث ۶)۔

۴۲۔ فارسی شعر ہے: یعنی تیرے جیسا شخص کبھی منصب سرداری پر نہیں بیٹھا۔۔۔۔

۴۳۔ قوسین والا حصہ شمائل ترمذی میں نہیں ہے۔

۴۴۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی زیر نظر حدیث مکرر ہے۔ یہ حدیث اس سے قبل (دیکھیے حدیث ۸) گذر چکی ہے، نیز دیکھیے شمائل الترمذی، ص ۳۲، حدیث ۲۔

۴۵۔ شمائل ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس مضمون کی ایک روایت ہے، جو نامور صحابی رسول حضرت السائب بن یزید سے مروی ہے۔ جس کا مضمون حسب ذیل ہے: ذهبت بی خالتی الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقالت یارسول اللّٰه انّ ابن اختی وجع فمسح صلی اللّٰه علیه وسلم راسی و دعا لی بالبرکةِ وتو ضاء فشربت من وضوئه و قمت خلف ظهره فنظرت الی الخاتم بین کتفیه فاذا هو مثل زِرالحجلة(الشمائل، ص ۲۸، حدیث ۱۵)، یعنی مجھے میری خالہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھانجے کو درد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا، مجھے برکت کی دعا دی، اور وضو کیا، تو میں نے آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی پیا اور میں آپ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہوا۔ میں نے آپؐ نے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو ابھرے ہوے تکوں کی شکل میں تھی (نیز دیکھیے الترمذی، السنن ۴/ ۶۰۳، کتاب المناقب، باب ۱۱، حدیث ۳۶۴۳)۔

اس حدیث کے راوی حضرت السائب بن یزید بن سعید بن ثمامہ الکندی' ہیں' جو ۲ھ/۶۲۳ میں پیدا اور ۸۲ھ/۷۰۱ء میں فوت ہوے۔ وہ اپنے والد کے ہمراہ حجۃ الوداع میں شریک ہوے تھے (الاصابہ' ۲/۱۳).

۴۶۔ اضافہ از شمائل الترمذی.

۴۷۔ الشمائل' ص ۱۳۶' حدیث ۱۳۶ (باب ۳۴' ماجاء فی ضحک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم) پوری حدیث اس طرح ہے: کان فی ساق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حموشۃ و کان لایضحک الا تبسُّماً فکنت اذا نظرت الیہ قلت اکجل العینین و لیس باکحل' یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی مبارک میں دبلا پن تھا اور آپ ہلکی سی مسکراہٹ کے سوا نہیں ہنستے تھے۔ جب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا تو میں اپنے (جی میں) کہتا: آپ نے دونوں آنکھوں میں سرمہ ڈال رکھا ہے' حالانکہ آپ نے سرمہ نہیں ڈالا ہوتا تھا (نیز دیکھیے الترمذی' السنن' ۴۰/۶۰۳' کتاب المناقب' باب ۱۲ ' حدیث ۳۶۴۵.

۴۸۔ مسلم الجامع الصحیح' ۴/۱۸۰۵۔ ۱۸۱۶ (کتاب الفضائل' باب ۲۲: طیب عرق النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم) حدیث ۲۳۳۱۔ پوری حدیث اس طرح ہے: عن ام سلیم ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یاتیہا فیقیل عندھافتبسط لہ نطعاً فیقیل علیہ وکان کثیر العرق فکانت تجمع عرقہٗ فتجعلہٗ فی الطیب والقوار یر فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا ام سُلَیم ماھذا قالت عرقک ادوف بہ طیبی۔۔۔۔ یعنی حضرت انسؓ اپنی والدہ محترمہ اور نامور صحابیہ حضرت ام سلیمؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ان کے ہاں تشریف لاتے اور ان کے گھر میں آرام فرماتے۔ حضرت ام سلیمؓ آپ

کے نیچے چمڑے کا بستر بچھادیتیں اور آپؐ اس پر قیلولہ فرماتے آپؐ کو پسینہ بہت آتا تھا' حضرت ام سلیمؓ یہ سارا پسینہ ایک برتن میں جمع کرلیتیں اور خوشبو شیشے میں ڈال لیتیں۔ ایک دن آپؐ نے دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں آپؐ کے پسینے میں اپنی خوشبو کو نرم کرتی ہوں۔ اس حدیث کی راویہ حضرت ام سلیمؓ بنت ملحان بن خالد بن زید.... الغازیہ ہیں۔ جو حضرت انس بن مالک کی والدہ اور جلیل القدر صحابیہ خاتون ہیں۔ انہوں نے حضرت طلحہؓ سے "اسلام کے مہر" پر نکاح کیا (الاصابہ' ۴/۴۶۱)۔ ان سے ۱۴ احادیث مروی ہیں (جوامع السیرۃ' ص ۲۸۴).

۴۹۔ مسلم' ۴/۱۸۲۲۔ ۱۸۲۳ (کتاب الفضائل' باب ۲۹' شیبہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم)' حدیث ۲۳۴۴ (۱۰۹)' پوری حدیث حسب ذیل ہے:
کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد شحط مقدم راسہ ولحیتہ وکان اذا ادّھن لم یتبین واذا شعث راسہ تبین وکان کثیر شعر اللحیۃ فقال رجل وجہہ مثل السیف فقال لابل کان مثل الشمس والقمر وکان مستدیرا ورایت الخاتم عند کتفہ مثل بیضۃ الحمامۃ' یعنی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی کے سامنے والے حصہ میں سفید اور سیاہ بالوں کی ملاوٹ تھی' مگر جب آپ تیل لگا لیتے تو یہ نظر نہ آتی تھی اور جب سر کے بال پراگندہ (منتشر) ہوتے تو سفید بال نظر آتے۔ آپ داڑھی کے گھنے بالوں والے تھے' ایک شخص نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کی طرح تھا' فرمایا نہیں' بلکہ سورج اور چاند کی طرح اور گولائی مائل تھا اور میں نے آپ کے کندھے کے قریب مہر نبوت کو دیکھا جو کبوتری کے انڈے کی طرح تھی.

باب ۲:

در عقلِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم

۲۲۔ حکیم ترمذیؒ اور ابن عساکرؒ نے (۱) (حضرت) وھب بن منبّہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ شروع دنیا سے لے کر قیامت تک انسانوں کو جو عقل ملی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کے مقابلے میں ریت کے ایک ذرے کی حیثیت رکھتی ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل ساری دنیا کی عقل سے بھاری ہے (۲).

حوالہ جات و حواشی

(۱) دیکھیے ابن عساکر' تاریخ دمشق اور قاضی عیاض' الشِفا بتعریفِ حقوق المصطفیٰ باب فی وفور عقلہ؛

اس حدیث کے راوی حضرت وھب بن منبّہ بن کامل بن سیج بن ذی کبار۔۔۔ الاخباری القِصَصی' ابوعبداللہ الانباری الیمانی الفرباری الصغانی ہیں۔ جو حضرت ھمام بن منبہ کے بھائی اور نامور تابعی بزرگ ہیں۔ ان کی ولادت حضرت عثمانؓ بن عفان کے زمانۂ خلافت میں نواح ۳۴ھ/۶۵۷ء میں ہوئی۔ انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ' حضرت ابوھریرہؓ' ابوسعید الخدریؓ اور نعمان بن بشیرؓ وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی.

وھب بن منبہ سے صحیح روایات کی تعداد بہت کم ہے۔ ان کی زیادہ تر شہرت اسرائیلیات اور اہل کتاب کے صحیفوں کے علم کی بدولت ہے۔ علماے کرامؒ نے ان کا شمار اسرائیلیات کے اقطاب میں کیا ہے'۔۔۔ وھب صنعاء کے قاضی بھی رہے' ان کا انتقال ۱۱۰ھ/ ۷۳۵۔

یا ۱۱۴ھ /۷۳۹ء میں ہوا (الذھبی سیراعلامِ النُّبلاء، ۴/۵۴۴۔ ۵۵۷، عدد ۲۱۹؛ طبقات ابن سعد، ۵/۵۴۳)۔

وھب بن منبّہ کو اگرچہ بعض علما نے ثقہ قرار دیا ہے، لیکن ان کی وہ اسرائیلی روایات، جو انہوں نے قدیم صحیفوں سے دیکھ کر یا پرانے بزرگوں سے سن کر بلا تحقیق نقل کردی ہیں۔ ہمیشہ مختلف فیہ رہی ہیں، اور ہر دور کے ثقہ اور علم میں رسوخ رکھنے والے علماء نے انہیں رد کیا ہے۔

جہاں تک ابن مُنبّہ کی زیرِ بحث روایت کا تعلق ہے۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ مضمون کے اعتبار سے یہ سو فیصد درست ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کے تمام دنیا کی عقول پر فائق ہونے میں کسے شبہ ہوسکتا ہے؟ لیکن وھب نے اسے جس انداز سے روایت کیا ہے، وہ محلِّ نظر ہے۔ اولاً اس لیے کہ اسے انہوں نے کسی مجہول الاسم کتاب سے روایت کیا ہے اور محدِّثانہ نقطۂ نظر سے کسی مجہول فرد یا کتاب سے روایت قابلِ اعتبار نہیں ہوتی۔

ثانیاً: اگر وہ کتاب معلوم بھی ہو، تو اس کا استنادی پایہ محلِ نظر ہوگا۔ کیوں کہ حقیقت یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے مقدس متون تک تحریف و تبدُّل سے محفوظ نہیں رہے۔ چہ جائیکہ ان کی دوسرے یا تیسرے درجے کی روایات کے مجموعوں پر اعتبار کیا جائے۔ اس کے برعکس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کی فہم و فراست کا ثبوت آپؐ کی حیات طیبّہ کے ۶۳ برس ہیں، جنہیں آپؐ نے امت کے سامنے بطور دلیل نبوت کے پیش فرمایا تھا۔

اس کا ثبوت آپ کی حیات طیبہ کے وہ عہد آفرین واقعات و حالات ہیں، جنھوں نے دنیا میں ایک نئی اور روشن و تاباں صبح کی ابتدا

کی۔

آپ کی فہم و فراست کا مظہر آپ کی وہ احادیث مبارکہ ہیں جن کے ایک ایک حرف سے اعلیٰ درجے کی حکمت و بصیرت کا اظہار ہوتا ہے۔

اس لیے ہمارے خیال میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی فہم و فراست اس نوع کی اسرائیلی روایات کی ہرگز محتاج نہیں ہے۔

قاضی عیاض اپنی کتاب الشفاء میں العقل کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبے اور اس تک آپ کی رسائی اور علم کی آخری حد تک آپ کی ترقی۔۔۔۔ جہاں تک آپ کے سوا کوئی فرد بشر نہیں پہنچ سکا۔۔۔۔ کی طرف (اوپر) اشارہ کر آئے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و رُتبے کی جلالت و عظمت ہر اس شخص کے سامنے ثابت و آشکارا ہے جو آپ کے حالات' آپ کی سیرت طیبہ کے انداز' آپ کی احادیث کے احکام' توریت و انجیل اور دیگر آسمانی کتب' حکماء کی حکمتوں' سابقہ شریعتوں کے حالات و واقعات، ضرب الامثال' سیاسیات' شریعتوں کے استحکام' نفیس آداب کی تاسیس' اخلاق حمیدہ اور دیگر علوم و فنون' مثلاً علم تعبیرالرُّویاء' طبّ' حساب' فرائض اور نَسَب وغیرہ پر آپ کی مہارت وغیرہ پر نظر رکھتا ہو' کہ ان تمام علوم و فنون میں آپ کے ماننے والوں نے آپ کے کلام کو پیشوا اور آپ کے اشارات کو حُجَّت بنالیا ہے۔۔۔۔ جن کا ذکر ہم آپ کے معجزات کے تحت کریں گے۔۔۔۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔۔۔۔ یہ سب کچھ آپ کو کسی سے سیکھے اور مدارس (سے استفادے)' سابقہ لوگوں کی کتب کے مطالعے اور کسی عالم کے پاس بیٹھے بغیر حاصل ہوا'

بلکہ آپ نبی امی تھے' لہٰذا آپ ان میں سے کسی شے سے بھی واقف نہ تھے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا اور علوم کا معاملہ آپ پر منکشف دیا۔ اور آپ کو علم بخشا اور قرآن آپ کی زبان پر جاری فرمایا (الشفاء' ۱/۲۱۶۔ ۲۱۷).

○ ☆ ○

باب ۳:

اخلاق و سیرت

آپ کے اخلاق جمیلہ کے بارے میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ — اور (جان لیجئے) بیشک آپ خلق عظیم کے حامل ہیں.

۲۳- کچھ لوگوں نے (اُمُّ المومنین) حضرت عائشہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو آپؓ نے فرمایا:

کان احسن النّاسِ خُلقاً کان خلقه القران یرضی برضاه و یغضب بغضبهٖ لم یکن فاحشاً ولا تفاحشاً ولا سخّاباً فی الاسواق ولا یجزی بالسیٔةِ السّیٔة ولکن یعفو ویصفح (۲)

"آپ تمام لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے' آپ کا اخلاق قرآن مجید تھا۔ آپ اللہ کی رضا پر راضی اور اللہ کی ناراضگی پر ناراض ہوتے تھے (یعنی جو کچھ قرآنی احکام کا منشا ہوتا اس پر عمل بلا قصد و ارادہ آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکا تھا)۔ آپ نہ تو فحش گو تھے اور نہ کسی کے جواب میں ایسا کرتے تھے' اور نہ بازاروں میں آواز بلند کرتے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے' بلکہ معاف فرمانے کے عادی تھے."

اس روایت کو ابن ابی شیبہؒ نے اپنی مصنف میں' البخاریؒ نے ادب المفرد میں' مسلمؒ نے صحیح میں اور الترمذیؒ نے اپنی سنن میں روایت کی ہے.

۲۴۔ (ام المومنین) حضرت عائشہؓ سے مزید روایت ہے کہ :

جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان تر کو پسند فرمایا' ماسوا اس کے وہ گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو۔ اس کا مقصد امت پر شفقت و رحمت تھا (۴) اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا' ماسوا اس کے کہ وہ خدا تعالیٰ کی حرمت کا مسئلہ ہوتا۔

۲۵۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

"میں نے دس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی (جب میں آیا اس وقت میری عمر آٹھ سال تھی) (۵)' اس تمام عرصے میں آپ نے مجھے کبھی اُف،یعنی کوئی سخت و سست'کہا اور نہ ہی' کسی کام کو جو میں نے کیا' یہ کہا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ اور جو کام میں نے نہیں کیا اس پر کبھی یہ کہہ کر باز پرس نہیں کی کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا (۶)،اسی طرح آپ نے مجھ پر کبھی بھی نکتہ چینی نہیں کی' نیز آپ نے جس کام کا مجھے حکم دیا ہو میں نے اگر اس پر کہیں سُستی کی یا اس کو ضائع کردیا تو آپ نے مجھے کبھی ڈانٹ ڈپٹ اور ملامت نہ کی اور اگر کوئی دوسرا فرد مجھ پر غصہ ہوتا تو آپ فرماتے "چھوڑو" بھی (۷)۔

۲۶۔ ایک دن آپ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا' مگر میں راستے میں بچوں کے ہمراہ کھیلنے میں مشغول ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ تشریف لائے اور آپ نے مجھے بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو صرف یہ فرمایا: "تجھے میں نے جس کام کے لیے بھیجا تھا اس کے لیے جا" میں نے کہا یارسول اللہ ابھی جاتا ہوں" (۸)۔

۲۷۔ مسند ابو یعلیٰ میں حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیماروں کی عیادت اور جنازوں کے پیچھے جایا کرتے تھے اور لوگوں کی کثرت و قلت کی بنا پر ان کی رعایت فرمایا کرتے تھے۔

۲۸۔ ابو الشیخ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ :

"اگر کوئی صحابی تین روز تک آپ کی مجلس میں حاضر نہ ہوتا' تو آپ اس کے بارے میں دریافت کرتے' اگر وہ سفر پر ہوتا' تو اس کی بخیریت واپسی کے لیے دعا فرماتے اور اگر وہ گھر پر ہی ہوتا' تو آپ اس سے ملاقات فرماتے اور اگر بیمار ہوتا تو آپ اس کی عیادت فرماتے تھے" (۱۱).

۲۹۔ حضرت زید بن ثابتؓ (۱۱) سے امام بیہقیؒ نے روایت کی ہے' وہ فرماتے ہیں:

"میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسایہ تھا۔ بوقت ملاقات جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ بھی دنیا کا ذکر فرماتے اور اگر ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخرت کا ذکر فرماتے اور اگر ہم اگر کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی کھانے کی باتیں فرماتے (۱۲)"

۳۰۔ محب طبریؒ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا' بکری کا بچہ بھون لو' ایک صحابیؓ نے عرض کیا: جانور کو ذبح کرنا میرے ذمہ ہے' دوسرے نے کہا اس کی کھال اتارنا میری ذمہ داری ہے' تیسرے نے کہا' اس کو پکانے کا ذمہ میں لیتا ہوں' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگل سے لکڑیاں لانے کی ذمہ داری میری ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ' ہم آپ کی جگہ یہ کام کریں گے' آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم میری جگہ کام کرنے میں کافی ہو' لیکن میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ خود کو دوسروں سے ممتاز ٹھہراؤں' اللہ تعالیٰ اس شخص کو انتہائی ناپسند فرماتا ہے جو شخص اپنے دوستوں سے خود کو ممتاز کرے" (۱۳).

تتمہ :

(قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اپنی تفسیر میں سورہ نٓ والقلم آیت ۵ کی تفسیر بیان

کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل پر ایک مستقل فصل (عنوان) قائم کی ہے۔ جس میں حسب ذیل احادیث کا اضافہ ہے)

۳۰۔وحضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ (۱۴) سے روایت ہے' فرماتے ہیں:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احسن الناس وجھاً واحسنہٗ خلقاً لیس بالطویل البائن ولا بالقصیر۔۔۔۔(۱۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے حسین و جمیل چہرے اور سب سے عمدہ اخلاق والے تھے۔ آپ نہ تو بہت (واضح نظر آنے والے) دراز قامت تھے اور نہ کوتاہ قامت۔

۳۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں۔

وکان احسن الناس خلقاً ولا مسست خزاً ولا حریراً ولا شیئاً الین من کف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولا شممت مسکاً ولا عطراً کان اطیب من عرق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔۔۔۔(۱۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے عمدہ اخلاق والے تھے اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم خز (موٹا ریشم) چھوا اور نہ (باریک) ریشم اور نہ کوئی اور شے اور نہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے سے زیادہ خوشبودار کوئی مشک سونگھا اور نہ ہی کوئی عطر۔

۳۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے' فرماتے ہیں:

ان امراۃً کانت فی عقلھا شیئاً قالت یارسول اللّٰہ ان لی الیک حاجۃ

(مدینہ منورہ میں) ایک عورت تھی' جس کی عقل میں کچھ فتور

فقال ام فلان اجلسی فی ای سکک المدینہ شئت اجلس الیک فقعد الیھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی قضت حاجتھا(۱۷)

تھا' اس نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے آپ سے کچھ عرض کرنا ہے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام فلان (اس کا نام لیا) تو مدینہ منورہ کی جس گلی میں بیٹھنا چاہے بیٹھ جا میں تیرے پاس بیٹھ جاؤں گا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس بیٹھ گئے اور اس وقت بیٹھے رہے جب تک کہ اس نے اپنی بات پوری نہ کرلی۔

۳۳۔ انہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال کانت الامۃ من اماء المدینہ لیا خذ بید رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم فتنطلق بہ حیث شاء ت'رواہ البخاری (۱۸)

مدینہ منورہ کی باندیوں میں سے ایک باندی تھی' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑتی اور جہاں چاہتی (سفارش یا کسی کام وغیرہ کے لیے) لیجاتی---- (البخاری)۔

۳۴۔ حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا صافح الرجل لم ینزع یدہ من یدہ حتٰی یکون ھوالذی ینزع

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص سے مصافحہ فرماتے' تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے

يده ولايصرف وجهه عن وجهه ولم
يرمقدما ركبتيه على يدى جليس
(له) (رواالترمذى)----(١٩)

اس وقت تک نہ چھڑاتے، جب
تک وہ اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے
خود نہ چھڑا لیتا اور نہ ہی آپ اپنا
چہرہ اس کے چہرے سے پھیرتے
اور نہ ہی کسی ہم نشین کے سامنے
اپنے گھٹنے ٹیکتے (ترمذی)

۳۵۔ امُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں:

ماضرب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه
وسلم بيده قط الا ان يجاهد فى سبيل
اللّٰه ولا ضرب خادماً ولا امراةً ولا
ينل (٥ نيل (٢١) شيئاً قطّ فينتقم من
صاحبه الا ان ينهتك لشىء من
محارم اللّٰه فينتقم للّٰه (رواه مسلم)
(٢١)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں
مارا، سوائے اللہ کی راہ میں جہاد
کے، اور نہ کسی خادم یا کسی
عورت (خادمہ) کو مارا اور نہ ہی
کسی نے آپ کو تکلیف پہنچائی، کہ
آپ نے اس سے انتقام لیا ہو،
ماسوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام
کردہ اشیا میں سے کسی کی حرمت
کو پامال کیا گیا ہو، ایسی صورت میں
آپ اللہ تعالیٰ کے لیے بدلہ لیتے
تھے---(مسلم)

۳۶۔ حضرت انس سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں:

قال كنت امشى مع رسول اللّٰه صلى
اللّٰه عليه وسلم ببرد نجرانى

میں ایک دن رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہمراہ چلا

غلیظ الحاشیة فادر کہ اعرابی فجذبہ بر دائہ جذبةً شدیدةً حتی نظرت الی صفحة عاتق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فداثرت بھا حاشیة البرد من شدّة جذبہ ثم قال یا محمّد مُرنی من مال اللّٰہ الذی عندک فالتفتَ الیہ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم ضحک و امرلہٗ بعطاء۔

(متفق علیہ)(۲۲)

جارہا تھا۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک موٹے حاشیے والی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے' کہ راستے میں آپ کو ایک بدو نے آن لیا اور آپ کو چادر کے ساتھ اس سختی کے ساتھ کھینچا' کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سختی کے ساتھ کھینچنے کے باعث چادر کے حاشیے کے نشان دیکھے پھر اس نے کہا اے محمدؐ جو مال اللہ کا (دیا) تیرے پاس ہے اس کے متعلق (مجھے دیئے جانے کا) حکم دیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر آپؐ مسکرا دیئے اور اسے مال دینے کا حکم عطا فرمایا(بخاری و مسلم)

۲۷۔ انہی (حضرت انس رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے' فرماتے ہیں:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احسن الناس و اجودالناس واشجع الناس۔۔۔الحدیث (متفق علیہ)

(۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت' سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے (بخاری

ومسلم)

۳۸۔ حضرت جبیرؓ بن مطعم (۲۴) سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

بینهما هو یسیر مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مقفلةً من حنین فعلقت الاعراب یسألونهٗ حتی اضطرّوه الی سمرة فخطفت رداءه فوقف رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال اعطونی ردائی لوکان لی عدد هذه العضاة لقسمته بینکم ثم لاتجدونی بخیلاً ولا کذوباً ولا جباناً

(رواہ البخاری)(۲۵)

اس اثنا میں کہ غزوۂ حنین (۸ھ) سے واپسی کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (مدینہ منورہ کو لوٹ) رہے تھے کہ کچھ بدووں نے مانگنے کے لیے آپؐ کو گھیر لیا اور آپؐ کو ایک کیکر کے درخت کے نیچے جانے پر مجبور کردیا۔ جس سے آپ کی چادر لٹک گئی (جسے بدووں نے پکڑ لیا)۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور فرمایا: مجھے میری چادر دے دو، اگر میرے پاس ان درختوں کے برابر بھی مال ہوتا تو میں وہ سب تم میں بانٹ دیتا پھر تم مجھے نہ بخیل پاتے اور نہ جھوٹا اور نہ ہی بزدل (البخاری)

اس موضوع پر دیگر بہت سی احادیث مروی ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ القلم (۶۸/۴)۔

۲۔ البخاری، ۳۴۳/۴ (کتاب ۳۴: البیوع، باب ۵۰: کراھیة السخب فی الاسواق، حدیث ۲۱۲۵؛ فتح الباری، ۳۴۲/۴؛ البخاری ۵۸۵/۸، ۶۵: کتاب التفسیر، سورۃ الفتح)۔

۳۔ قوسین کے مابین والا حصہ اصل روایت میں موجود نہیں ہے۔

۴۔ البخاری، ۵۶۶/۶ (کتاب المناقب، باب ۲۳: صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)، حدیث ۳۵۶۰، ۵۲۴/۱۰ (کتاب الادب باب ۸۰: قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا)،حدیث ۲۳۲۷ (۷۷)۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

ماخیر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بین امرین قطّ الا اخذ ایسر هما مالم یکن اثماً فان کان اثماً کان ابعدالناس منه وما انتقم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لنفسه فی شیءٍ قط الا ان تنتھک حرمة اللّٰہ فینتقم للّٰہ بھا۔یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو معاملات میں سے کسی ایک کا اختیار دیا گیا۔ تو آپ نے ان سے آسان تر کو پسند فرمایا۔ جب تک کہ وہ گناہ نہ ہوتا اور اگر وہ کام گناہ ہوتا تو آپ اس سے لوگوں میں سب سے زیادہ دور ہوتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے آپ کے لیے انتقام نہیں لیا، ماسوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ (کے حکم) کی حرمت کو پامال کیاجاتا، ایسی صورت میں آپ اس سے اللہ تعالیٰ کے لیے، اس کا بدلہ لیتے تھے۔

۵۔ قوسین کے مابین والا حصہ صحیحین کی روایت میں موجود نہیں ہے۔ اسے عبدالرزاق (مصنف، ۴۴۳/۹ کتاب العقول، باب ضرب النساء

والخدم' حدیث ۱۷۹۴۷) اور احمد بن حنبل (مسند' ۳/۲۳۱)' وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

۶۔ یہاں تک کی روایت صحیحین (البخاری' ۱۰/۴۵۶' کتاب الادب' باب ۳۹: حسن الخلق والسخاء' حدیث ۶۰۳۸؛ مسلم' ۴/۱۸۰۴' کتاب الفضائل' باب ۱۳: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احسن الناس خلقا' حدیث ۲۳۰۹ (۵۱) نے روایت کی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: خدمت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عشر سنین فقال لی اُفٍّ ولا لم صنعت ولا الاّ صنعتہ...' یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس برس تک خدمت کی' آپ نے مجھے اُفّ نہیں کہا اور نہ یہ کہ تو نے یہ کام کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔ بعد کے حصہ کا مآخذ مصنف عبدالرزاق اور مسند احمد بن حنبل (حسب بالا) ہیں۔

۷۔ پوری حدیث کا مضمون حسب ذیل ہے:

عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال خدمت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانا ابن ثمان سنین خدمتہ' عشرَ سنین فما لامنی علی شئٍ قط اتی فیہ علی یدی فان لامنی لائم من اھلہ قال دعوہ فانہ لوقضی شیء کان' یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت (سے) خدمت کی جب میں ۸ برس کا تھا۔ میں نے دس برس تک آپ کی خدمت کی' اس عرصے میں آپ نے مجھے کبھی کسی نقصان پر مجھے ملامت نہیں کی اور اگر گھر کے کسی فرد نے مجھے ملامت کی' تو آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو بھی' اگر کسی شے کا نقصان ہونے والا ہو' تو وہ ہو کر رہتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو(حضرت) ابو طلحہؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ انس ایک ہوشیار لڑکا ہے وہ آپ کی خدمت کرے گا' سو میں نے آپؐ کی سفر و حضر میں خدمت کی۔ بخدا میں نے جو کام کیا ہو اس پر آپ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا (مسلم' ۴/۱۸۰۳' کتاب الفضائل' باب ۱۳' حدیث ۲۳۰۹)۔

۸۔ مسلم' ۴/۱۸۰۴ (کتاب الفضائل' باب ۱۳: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم احسن النَّاسِ خُلقاً) حدیث ۲۳۰۹ (۵۱)۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

۹۔ قال انس کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من احسن الناس خُلقاً فارسلنی یوماً لحاجۃ فقلت واللّٰہ لااذھب وفی نفسی ان اذھب لِمامرنی بہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (فاذا) قد قبض بقفای من ورائی قال فنظرت الیہ وھو یضحک فقال یا انیس ذھبت حیث امرک؟ قلت نعم انا اذھب یا رسول اللّٰہ' یعنی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے عمدہ اخلاق والے تھے' آپ نے ایک دن مجھے کسی کام کے لیے بھیجا۔ میں نے کہا: بخدا میں نہیں جاؤں گا' جبکہ میرے دل میں تھا کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جہاں جانے کو کہا ہے جاؤں گا' میں اس خیال سے نکلا راستے میں میں نے دیکھا کہ بازار میں بچے کھیل رہے ہیں۔ (میں ان کے پاس کھڑا ہوگیا)' اچانک میں نے دیکھا کہ کسی نے پیچھے سے میری گردن پکڑ لی ہے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ آپؐ تھے اور مسکرا رہے تھے۔ فرمایا: اے انس' جس کام کے لیے میں نے کہا تھا وہاں گئے۔ میں

نے کہا: ابھی جاتا ہوں' یارسول اللہ۔

۱۰۔ مسند ابی یعلی' (مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)۔

اس حدیث کے راوی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں' جو السّابقون الاولون' یعنی پہلے پہل اسلام قبول کرنے والے صحابہ کرام میں سے تھے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دوہرے داماد (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی وفات کے بعد حضرت امّ کلثومؓ کے خاوند) تھے' اسی مناسبت سے ان کا لقب ذُوالنُّورین ہے۔ انہوں نے اپنے خاندان کی مخالفت اور عداوت کے باوجود ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا اور اس "جرم" میں حبشہ کی طرف اپنی اہلیہ سمیت ہجرت کرنا پڑی۔ بعدازاں مکہ مکرمہ واپس آگئے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حکم پر دوبارہ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی۔

حضرت عمرفاروقؓ کی وفات کے بعد منصب خلافت کو رونق بخشی اور تقریباً" ۱۱ برس ۱۱ ماہ اور ۲۲ دن حکومت کرنے کے بعد ۱۸ ذوالحجہ ۳۴/۶۵۴ء کو جام شہادت نوش فرمایا اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوے (الاصابہ' ۲/۴۶۲ ـ ۴۶۳)۔ ان سے ۱۴۶ احادیث مروی ہیں (جوامع السیرۃ' ۲۷۷)۔

۱۱۔ اس حدیث کے راوی حضرت زیدؓ بن ثابت ابو سعید (یا ابو خارجہ) انصاری' النجاری المدنی ہیں' جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کاتب تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کرکے آئے' اس وقت ان کی عمر مبارک محض ۱۱ برس تھی' اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غزوۂ بدر میں ان کی کم عمری کے باعث انہیں شرکت کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ البتہ وہ غزوۂ احد' خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ غزوۂ تبوک

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں بنو نجار کا علم عطا کیا اور فرمایا: قرآن مقدم ہے اور زید کو (دوسروں سے) زیادہ قرآن یاد ہے۔ حضرت زیدؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کاتب (سیکرٹری) تھے اور آپ کی طرف سے لوگوں کو خطوط لکھا کرتے تھے' اسی طرح وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانہ ہائے خلافت میں بھی کاتب رہے۔ اس زمانے میں وہ ان تین صحابہ کرامؓ میں سے تھے جنہوں نے قرآن کریم جمع کیا تھا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ زمانہ حج میں انہیں مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنا کر جایا کرتے تھے' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حکم پر یہودیوں کی زبان عبرانی (Hebro) سیکھی تھی' انہوں نے ۵۴ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے موقع پر حضرت ابوھریرہؓ نے فرمایا تھا: آج اس امت کا علامہ (حبر) انتقال کرگیا ہے.... حضرت حسانؓ بن ثابت نے ان کے انتقال پر فرمایا تھا:

فمن لِلقوافی بعد حسان وابنہ

ومن للمعانی بعد زید بن ثابت

(حسان اور اس کے بیٹے کے بعد اشعار کا حق کون ادا کرے گا اور معانی کا حق زیدؓ بن ثابت کے بعد کون ادا کرے گا)۔ (الاصابہ' ۱/۵۶۱ - ۵۶۲)۔

۱۲۔ الترمذی' الشمائل المحمدیہ' ص ۱۹۵ (باب ۴۷' ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم) حدیث ۳۲۶؛ الطبرانی' معجم الکبیر' ۵/۱۵۴' حدیث ۴۸۸۲؛ البیھقی' دلائل النبوۃ' ۱/۳۲۴ وغیرہ' پوری حدیث اس طرح ہے:

دخل نفر علی زید بن ثابت فقالوا لہ حدثنا احادیث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم قال ماذا احد ثکم؟ کنت جارہ' فکان اذا نزل علیہ

الوحی بعث الی فکتبته' له فکنا اذا ذکرنا الدنیا ذکر ھامعنا واذا ذکرنا الآخرة ذکر ھامعناو اذا ذکرنا الطعام ذکره معنا کل ھذا احدثکم عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم۔۔۔۔' یعنی کچھ لوگ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور کہا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی احادیث سنائیں' فرمایا: میں تمہیں کیا بتاؤں' میں آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہمسایہ تھا۔ جب آپ پر وحی نازل ہوتی' تو آپ مجھے بلا بھیجتے۔ میں آپ کے لیے اسے لکھ دیتا۔ جب ہم دنیا کی باتیں کرتے' آپ بھی ہمارے ساتھ دنیا کی باتیں کرتے' جب ہم آخرت کا تذکرہ کرتے' تو آپ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی کرتے' جب ہم کھانے کی باتیں کرتے' تو آپ بھی ہمارے ہمراہ اس کی باتیں کرتے' یہ سب میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق بتارہا ہوں.

۱۳۔ محب طبری؟

۱۴۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمارة یا ابو عمرو اور نسبت انصاری اوسی ہے' انہیں اور ان کے والد عازب رضؓ دونوں کو شرف صحابیت حاصل ہے۔ وہ غزوۂ بدر میں بوجہ کم عمری شرکت نہ کرسکے' بعد میں ۱۴ یا ۱۵ غزوات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ ۱۸ سفروں میں شرکت کی۔ وہ عہد فاروقی میں کوفہ میں آئے اور ۲۴ھ میں رے فتح کیا' وہ حضرت علیؓ کے پرجوش حامی تھے۔ ان کی طرف سے جنگ جمل اور صفین میں شرکت کی۔ انہوں نے حضرت مصعبؓ بن زبیر کے زمانہ حکومت میں ۷۲ھ بمقام کوفہ میں انتقال فرمایا (الاصابہ،۱/۱۴۲ ۔ ۱۴۳)۔ انہوں نے تین سو پانچ (۳۰۵) احادیث روایت کی ہیں (جوامع السیرۃ' ص ۲۷۶)۔

۱۵- مسلم، الجامع الصحیح، ۴/ ۱۸۱۸ (کتاب الفضائل، باب ۲۵، حدیث ۲۳۳۷، (۹۳) مگر اس میں الطَّوِیل البائن کے بجائے الطویل الذّاھب کے الفاظ ہیں۔

۱۶- مسلم، ۴/۱۸۱۴ (کتاب الفضائل، باب ۲۱: طیبُ رائحۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)، حدیث ۲۳۳۰ (۸۱)، معمولی سے فرق کے ساتھ (شممت کے بعد مسکاً ولا عطراً کے بجائے عنبراً قطّ ولا مسکاً اور خزّاً ولا حریراً کی جگہ دیباجاً ولا حریر ہے؛ نیز دیکھیے البخاری، ۵۶۶/۶ (کتاب المناقب، باب ۲۳: صفۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) حدیث ۳۵۶۱۔

۱۷- مسلم، ۸۱/۴- ۱۸۱۳ (کتاب الفضائل، باب ۱۹: قرب النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم من الناس)، حدیث ۲۳۲۶ (۷۶)۔

۱۸- البخاری، ۱۰/ ۴۸۹ (کتاب الادب، باب ۶۱: الکبر)، حدیث ۶۰۷۲۔

۱۹- الترمذی، ۶۵۴/۴ (کتاب صفۃ القیامہ، باب ۴۶)- حدیث ۲۴۹۰، ابن ماجہ، السنن، ۲/ ۱۲۲۴ (کتاب الادب، باب ۲۱: اکرام الرجل جلیسہ)، حدیث۳۷۱۶، البیہقی، دلائل النبوۃ، ۱۰/ ۳۲۰ (جماع ابواب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)۔

۲۰- یہ سہو کاتب ہے، مسلم کی روایت میں نُعْلَ ہے۔

۲۱- مسلم، ۴ / ۱۸۱۴ (کتاب الفضائل، باب ۲۰: مباعدتہ للاثام)، حدیث ۲۳۲۸ (۷۹)۔

۲۲- البخاری، ۶ /۲۵۱ (کتاب فرض الخمس، باب ۱۹: ماکان النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یعطی المؤلفة قلوبھم)، حدیث ۳۱۴۹ و ۱۰ /۲۷۵ (کتاب اللباس، باب ۱۸) حدیث ۵۸۰۹، و ۱۰ /۵۰۳ - ۵۰۴؛ مسلم، ۲ /۷۳۰ - ۷۳۱ (کتاب الزکوٰۃ، باب ۴۴: اعطاء من سال بفحش و

غلظة) حدیث ۱۰۵۷ (۱۲۸).

۲۳۔ البخاری، ۵ /۲۴۰ (کتاب الھبہ، باب ۳۳: من استعار من الناس الفرس) حدیث ۲۶۲۷۔ و ۱۰ /۴۵۵، کتاب الادب، باب ۳۰، حدیث ۶۰۳۳؛ مسلم، ۴/۱۸۰۳ (کتاب الفضائل، باب ۱۱)، حدیث ۲۳۰۷ (۴۸).

۲۴۔ حضرت جبیرؓ بن مطعم.... النوفلی، قریش مکہ کے نامور سرداروں اور ماہر انساب بزرگوں میں سے تھے، وہ غزوۂ بدر میں گرفتار کرکے مدینہ منورہ لائے گئے۔ انہوں نے حالتِ قید میں پہلی مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان مبارکہ سے سورۃ الطّور کی سماعت کی.... جس سے ان کے دل میں اسلام کی صداقت کا نقش مرتسم ہوا۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مابین اسلام قبول کیا.... بقول ابن حجر العسقلانیؒ انہوں نے انساب کا علم حضرت ابوبکرؓ سے سیکھا تھا، جو تمام عربوں میں اس فن میں سب سے زیادہ ماہر تھے۔ انہوں نے حسب اختلاف روایات ۵۷ یا ۵۸ یا ۵۹ھ/؟ میں انتقال فرمایا (الاصابہ، ۱/۲۲۵ ۔ ۲۲۶)۔ ان سے ۶۰ احادیث مروی ہیں (جوامع السیرۃ، ص ۲۷۹).

۲۵۔ البخاری، ۶/۳۵ (کتاب الجهاد، باب ۲۴: الشجاعۃ فی الحرب)، حدیث ۲۸۲۱ و ۶/۲۵۱، حدیث ۳۱۴۸۔

باب ۴:

حسن معاشرتؐ

قرآن حکیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حسن معاشرت کے متعلق ارشاد باری تعالی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ(۱)

"اے محمدؐ خدا کی مہربانی سے تمہاری افتاد طبع ان لوگوں (صحابہ) کے لیے نرم واقع ہوئی ہے، اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے، تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے، پس آپ ان کو معاف کردیں اور ان کے لیے خدا سے مغفرت مانگیں اور ان سے معاملات میں مشورہ لیں۔"

۳۹۔ نامور محدث ابن ابی مردویہ نے حضرت جابرؓ (۲) سے اور ابن ابی الدنیاؒ ابن جریر اور ابن ابی حاتمؒ نے امام شعبیؒ(۳) سے روایت کی ہے کہ جب قرآن مجید کی حسب ذیل آیت مبارک نازل ہوئی:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ(۴)

عفو اختیار کرو، نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کرو

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ اس آیت سے کیا مراد ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس وقت تک نہیں بتا سکتا، جب تک عالم کل، یعنی اللہ تعالی، سے

نہ پوچھ لوں۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام آسمان پر چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد واپس تشریف لائے تو فرمایا: "اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اس شخص کو جو آپ پر زیادتی کرے معاف کردیں اور جو شخص آپ کو محروم رکھے آپ اس کو عطا فرمائیں۔ جو شخص آپ سے رشتہ منقطع کرے آپ اس سے صلہ رحمی فرمائیں" (۵)

حواشی

۱۔ آلِ عمران (۳/۱۵۹).

۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما' بن عمرو بن حرام۔۔۔۔ الامام الکبیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامور صحابی اور مجتہد صحابی تھے۔ ان کا نسبی تعلق انصار کے قبیلہ بنو خزرج سے تھا' وہ عقبۂ ثانیہ میں شریک تھے اور اس بیعت میں شریک صحابہؓ میں سب سے بعد میں فوت ہوے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ خلفاے راشدینؓ' ابوعبیدہؓ' معاذؓ بن جبل اور دوسرے بزرگوں سے احادیث روایت کی ہیں۔ وہ اپنے زمانے میں مدینہ منورہ کے مفتی تھے۔ انہوں نے حدیث قصاص حضرت عبداللہ بن انیس سے سننے کے لیے مصر کا سفر کیا۔ انہوں نے ۷۸ھ/۶۹۷ء میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوے۔ ان کی روایت کردہ احادیث کی تعداد ۱۵۴۰ ہے' جن میں ۵۸ متفق علیہ اور ۲۶ بخاری میں اور مسلم میں منفردا" روایت کی گئی ہیں (سیراعلام النُّبلاء' ۳/ ۱۸۹ ۔ ۱۹۴ عدد ۳۸).

۳۔ امام الشعبی کا نام عامر بن شراحیل بن عبد بن ذی کبار اور نسبت الہمدانی اور الشعبی ہے۔ ان کی والدہ جنگ جلولاء کی قیدی

عورتوں میں سے تھیں.

ان کی ولادت حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے چھٹے برس (نواح ۱۹ھ) یا ۲۱ھ میں ہوئی۔۔۔۔ انہوں نے حضرت علیؓ کی زیارت کی اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ انہوں نے حضرت علیؓ سمیت حضرت سعدؓ بن ابی وقاص' سعیدؓ بن زید اور ابوموسی الاشعریؓ جیسے اکابر صحابہ کرامؓ سے روایت حدیث کی ہے' جبکہ ان سے بے شمار تابعین کو شرف تلمذ حاصل ہے.

امام شعبیؒ علم حدیث' علم تفسیر اور علم القراء ت والتجوید میں منصب امامت کے حامل تھے' امام شعبی نے ۱۰۴ھ/ ۷۲۲ یا ۱۰۵ھ/ ۷۲۳ میں انتقال فرمایا' (سیراعلام النبلاء' ۴/ ۲۹۴ ـ ۳۱۸).

۴۔ القرآن الحکیم' الاعراف (۷/ ۱۹۹).

۵۔ تفسیر مظہری' ۳/ ۴۴۵ ـ ۴۴۶' بحوالہ ابن مردویہ عن جابر وابن ابی الدنیا وابن جریر و ابن ابی حاتم عن الشعبی۔۔۔۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔: انہ نزلت هذہ الایۃ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم لجبریل ماھذا قال لا ادری حتی اسأل ربی ثم رجع فقال ان ربک امرک ان تصل من قطعک وتعطی من حرمک وتعفو عن من ظلمک۔ (ترجمہ حسب متن).

○ ☆ ○

باب ۵

در (عدم) انتقام

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہمیشہ یہی کردار اور رویہ رہا' جیسا کہ مروی ہے کہ آپ نے ہمیشہ اپنے دشمنوں کو معاف کیا). (۱)

۴۰۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (ایک درخت کے نیچے) سو رہے تھے کہ ایک بدّو آپ کے سر پر پہنچ کر تلوار لہرانے لگا۔ آپ بیدار ہوئے تو (آپؐ نے دیکھا کہ) بدو کہہ رہا تھا: "تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا" آپ نے فرمایا "اللہ" (جس کے بعد اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی)' مگر آپ نے اسے کوئی سزا نہ دی (۲).

۴۱۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر ساٹھ کافروں نے مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنے کا پروگرام بنایا' لیکن اپنے اس منصوبے پر عمل کے لیے' جیسے ہی وہ پہاڑ سے نیچے اترے' آپ کی دعا کی برکت سے تمام لوگ گرفتار کرلیے گئے' مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان تمام کو معاف کردیا (۳).

۴۲۔ "ایک مرتبہ (جنگ خیبر میں' زینب نامی) ایک یہودی عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (کی دعوت کی اور آپ کے کھانے کے لیے) ایک مسموم (زہر آلود) بکری بھیجی' آپ نے اس سے ابھی ایک ہی لقمہ لیا تھا کہ آپ کو پتہ چل گیا اور آپ معجزانہ طور پر بچ گئے۔ اس یہودی عورت کو آپ کے پاس لایا گیا' مگر آپ نے اسے معاف کردیا(۴)

۴۳۔ "اس قسم کے واقعات احادیث میں بکثرت ملتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے.

حوالہ جات و حواشی

۱۔ یہ مضمون متعدد احادیث میں بیان ہوا ہے' دیکھیے باب سوم حسن الخلق' حدیث ۳۸' نیز دیکھیے' اسی باب میں حاشیہ ۳۔

۲۔ پوری روایت حسب ذیل ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نجد کی طرف جنگ کے لیے گئے' جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم واپس تشریف لائے تو وہ بھی واپس آئے' راستے میں ایک ایسی جگہ دوپہر ہوگئی جہاں کثرت سے خاردار درخت تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہاں آرام کرنے کے ارادے سے پڑاؤ کیا' تو لوگ ادھر ادھر درختوں کے سایوں میں چلے گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی ایک کیکر کے درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ آپ نے اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی' ہم نے ابھی ایک اونگھ ہی لی تھی کہ ہمیں رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بلانے کی آواز آئی۔ ہم جب آپؐ کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کے پاس ایک بدّو بیٹھا ہے' آپ نے فرمایا: "اس شخص نے میرے سوتے ہوئے میری تلوار اچک لی' میری آنکھ کھلی تو یہ تلوار لہرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا "اللہ۔۔۔۔ تین مرتبہ۔۔۔۔" پھر اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور اب یہ بیٹھا ہے۔ پھر آپ نے اس کو معاف فرما دیا'(البخاری' الجامع الصحیح' ۹۶/۶ کتاب الجھاد' باب ۸۴: من علق سیفہ' بالشجر فی السفر عندالقائلة' حدیث ۲۹۱۰

۳۔ الترمذی' ۳۸۶/۵ (کتاب تفسیر القرآن' باب ۴۹: ومن سورة

الفتح' حدیث ۴۲۶۴' پوری روایت اس طرح ہے:

عن انس ان ثمانين هبطوا على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم و اصحابه من جبل التنعيم عند صلاة الصبح وهم يريدون ان يقتلوه فاخذ واخذا فا عتقهم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم فانزل اللّٰه وهو الذى كف ايديهم عنكم وايديكم عنهم--- الاية (حضرت انس فرماتے ہیں' کہ اسّی(۸۰) افراد نے نماز فجر کے وقت جبل تنعیم پر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ پر' آپ کے قتل کی نیت سے حملہ کردیا' مگر وہ سب پکڑ لیے گئے۔ بعد میں آپ نے ان سب کو رہا فرما دیا۔ اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی "اور وہی ہے' جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روکا"----- (آخر تک)۔

۴۔ البخاری' ۷/۴۹۷ (کتاب المغازی' باب ۴۱: الشاة التی سمت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بخیبر---- حدیث ۴۲۴۹۔ ابن حجرؒ نے نامور محدث ابن اسحاق کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فتح خیبر کے بعد مطمئن ہوگئے۔ تو زینب بنت الحارث زوجہ سلام بن مشکم نے بھنی ہوئی بکری آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ہدیہ کی' اس نے اس سے پہلے لوگوں سے یہ پوچھ لیا تھا' کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو گوشت کا کونسا حصہ زیادہ پسند ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ دست کا' چنانچہ اس نے دست میں زہر کی مقدار زیادہ کردی' جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دست کو لیا اور آپ نے اس کا لقمہ منہ میں ڈال کر چبایا' مگر آپ اس لقمے کو حلق میں نہ لے گئے تھے (کہ آپ کو پتہ چل گیا)' البتہ ایک صحابی حضرت بشر بن البراء نے ایک لقمہ نگل لیا (اور وہ مرگئے' مگر) آپ نے

اس کو معاف کردیا' (فتح الباری' ۷/ ۴۹۷)' ایک اور روایت میں ہے' کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کو بلا کر پوچھا' تو اس نے کہا: اگر آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہوں گے' تو اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع فرمادیگا' اور اگر آپ جھوٹے ہوے تو اللہ تعالیٰ آپ سے لوگوں کو راحت پہنچائیگا' اس پر آپ نے اس سے تعرض نہ فرمایا (ایضاً)۔ بعض روایات میں ہے کہ جب اس زہر کے اثر سے حضرت بشر کا انتقال ہوگیا' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کے قصاص میں اسے قتل کرادیا۔

○ ☆ ○

باب ٦

در حلم (ا) (و عفو)

۴۴۔ مسند ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ہے کہ

"ایک یہودی عالم حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (۲) فرماتے ہیں کہ جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا تو تورات میں مذکور تمام علامات کو آپؐ میں موجود پایا۔ البتہ ایک علامت دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا' جو یہ تھی کہ تورات میں مذکور ہے: "اس کا حلم اس کی جہالت پر غالب ہوگا اور جہالت کی سختی اس کے حلم کو اور زیادہ بڑھائے گی"۔

میں نے اس کا تجربہ کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بیع سلم کے طریقے پر کھجوروں کا سودا کیا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو رقم پیشگی ادا کردی اور مبیع وصول کرنے کا وقت لے لیا' (۳) مگر جان بوجھ کر وعدے سے دو یا تین دن پہلے آگیا (اور آتے ہی) میں نے آپ کی قمیض اور چادر کو پکڑا' آپ کی طرف ترش روئی سے دیکھا اور اونچی آواز سے کہا "اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) میرا حق کیوں نہیں دیتے؟ اللہ کی قسم اے اولاد عبدالمطلب تم لوگ حقوق (العباد) کی ادائیگی میں ایسے ہی ہو (یعنی کمزور ہو)۔ میں تمہارے سلوک کو اچھی طرح جانتا ہوں۔" اس موقع پر حضرت عمرؓ (۴) بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے دشمن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تو کس طرح مخاطب کررہا ہے؟ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اجازت ہوتی تو میں تیری گردن ماردیتا' مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مسکرا کر حضرت عمر فاروقؓ کی طرف نرمی کے ساتھ دیکھا اور فرمایا کہ "اس معاملے سے تیرا کیا واسطہ؟" اور پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا "جا اس کا حق ادا کردے۔ چونکہ تم نے اسے ڈرایا اور دھمکایا ہے اس لیے بیس صاع (تقریباً دو من) زیادہ ادائیگی کرنا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حکم کی تعمیل کی۔ تو

میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں تورات کی بیان کردہ تمام علامات نبوت دیکھ لی تھیں' ماسوا اس علامت کے کہ اس کا حلم جہالت سے بڑھا ہوا ہوگا۔ اور جو شخص جتنی جہالت کا برتاؤ کرے گا اتنا ہی آپ کا حلم زیادہ بڑھے گا۔ چنانچہ یہ علامت دیکھ کر حضرت عبداللہ بن سلام نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئے اور پھر ہمیشہ اسلام کے ساتھ مخلص رہے (۵)

۴۵۔ صحیحین (بخاری و مسلم) میں نام کی صراحت کے بغیر مذکور ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تقاضا کیا اور اس میں بہت سختی دکھائی۔ حضرات صحابہؓ نے چاہا کہ اس کو ادب سکھائیں' مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اس لیے کہ صاحب حق اس طرح کی گفتگو کیا ہی کرتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا "اس کو اس کے حق۔۔۔۔ کی مقررہ جنس کے ساتھ ادائیگی کردی جائے' مگر صحابہؓ نے بتایا کہ مذکورہ قسم تو موجود نہیں ہے' البتہ اس سے بہتر قسم موجود ہے۔ آپ نے فرمایا تم اس کو بہتر ادا کردو' اس لیے کہ تم میں سے وہ شخص بہتر ہے جو بہتر شے دوسرے کو ادا کرے (٦)

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حلم و عفو کے بارے میں اور بھی بے شمار احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں: الحلم---- سے مراد ایسی حالت ہے کہ بندہ محرک اسباب کے باوجود بردباری کا مظاہرہ کرے (الشفا' ۱/۲۱۰)

۲۔ عبداللہ بن سلام بن الحارث نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نامور اور جلیل القدر صحابی ہیں' ان کا قبیلہ انصار کا حلیف تھا.
حضرت عبداللہ بن سلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ حضرت ابوھریرہؓ' انسؓ بن مالک' عبداللہؓ بن معقل اور عبداللہ بن حنظلۃ وغیرہ سے روایت حدیث کی ہے' انہوں نے مدینہ منورہ میں ۴۳ھ/۶۶۳ء میں انتقال فرمایا (سیر اعلام النبلاء' ۲/۴۱۳ - ۴۳۶)۔
ان سے ۲۵ احادیث مروی ہیں (جوامع السیرۃ' ص ۲۸۲).
شریعت اسلامیہ میں ایسی بیع کو بیع سلم کہا جاتا ہے۔

۴۔ حضرت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ.... القرشی العدوی' ابو حفص امیرالمومنین نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جلیل القدر اور معروف صحابی اور خلیفہ دوم ہیں.... وہ جنگ فجار کے چار سال بعد (بعثت نبوی سے ۳۰ برس قبل) مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ وہ زمانہ جاہلیت میں قریش مکہ کے سفیر تھے۔ ان کے قبول اسلام سے مسلمانوں کو بڑی تقویت ملی.... صحیح روایت کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کے قبول اسلام کے لیے دعا مانگی تھی.... انہوں نے قرآن کریم سن کر اسلام قبول کیا اور آخر تک قرآن سے اثر پذیری کا جذبہ آپ کی طبیعت کا حصہ رہا۔ حضرت ابوبکرؓ کے وصال کے بعد متفقہ طور پر خلیفہ بنے اور ساڑھے دس برس خلافت کے بعد یکم محرم الحرام ۲۴ھ/ ۶۴۴ء کو مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا (الاصابہ' ۲/ ۵۱۸ - ۵۱۹)۔ ان سے ۵۳۷ احادیث مروی ہیں (جوامع السیرۃ' ص ۲۷۶).

۵- اس حدیث کو، جیسے کہ قاضی صاحب نے لکھا ہے، البیہقی، ابن حبان، الطبرانی اور ابونعیم نے تفصیلاً عبداللہ بن سلام سے روایت کیا ہے، جبکہ قاضی عیاضؒ نے اسے حضرت زید بن سعنہ سے روایت کیا ہے، جو کہ نامور یہودی عالم تھے، التہذیب میں ان کے متعلق ہے:

صحابی من احبار الیہود الذین اسلموا وھو من أکثر ھم مالا وعلماً حسن اسلامه وشهد المشاهد، توفی مرجعه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم من تبوک---(بذیل مادہ)، یعنی زید بن سعنہ ان علمائے یہود میں سے تھے، جو مسلمان ہوگئے تھے۔ وہ مال اور علم کے اعتبار سے سب سے زیادہ تھے، وہ اسلام لائے اور نہایت عمدہ طریقے پر (اس پر کار بند) رہے، وہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی غزوہ تبوک سے واپسی (۹ھ) کے وقت وفات پائی (نیز دیکھیے، ابن الجوزی، الوفا، ۱/۴۲۵ - ۴۲۶).

چونکہ حضرت عبداللہ بن سلام کے قبول اسلام کا قصہ صحیحین میں مختلف طریقے پر مروی ہے، اس لیے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت زیدؓ بن سعنہ کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اس کی تائید (اور جمع بین الروایات) حافظ ابن حجر العسقلانیؒ کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ انہوں نے زیدؓ بن سعنہ (الاصابہ ۱/۵۶۶، عدد ۲۹۰۴) کے ذکر کے تحت اس حدیث کی روایت کو حضرت عبداللہ بن سلام کی طرف اور اس قصے کو زید بن سعنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

زید بن سعنہ الحبرالاسرائیلی، ان کے قبول اسلام کا قصہ الطبرانی، ابن حبان، الحاکم اور ابوالشیخ نے کتاب اخلاق النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں الولید بن مسلم عن محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبداللہ بن سلام، کے طریق سے، جو اپنے والد اور اپنے دادا عبداللہ بن

سلام سے حدیث روایت کرتے ہیں کی سند سے روایت کیا ہے"۔

۵۔ البخاری (کتاب البیوع)۔ البیہقی نے دلائل النبّوۃ میں اس واقعے کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے تو اس میں بھی اس یہودی کا نام مذکور نہیں ہے۔ صرف اتنا مذکور ہے کہ ایک یہودی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر کچھ دینار قرض تھے' اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اپنے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ میں آپ کا ساتھ اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک آپ میرا قرض ادا نہ کریں گے' آپ نے ہر چند کہا کہ اس وقت میرے پاس ادائیگی کے لیے کچھ نہیں ہے' مگر وہ یہودی مہلت دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ تب آپ نے فرمایا کہ پھر تو یہاں بیٹھ جا اور آپ بھی اس کے پاس مسجد نبوی میں بیٹھ گئے۔ آپؐ نے اسی حالت میں ظہر' عصر' مغرب' عشا اور فجر کی نمازیں پڑھائیں۔ صحابہ کرامؓ اس کو ڈانٹ ڈپٹ کررہے تھے اور دھمکیاں دے رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس بات کو محسوس کر لیا' جو صحابہ اس کے ساتھ روا رکھے ہوئے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: "یارسول اللہ ایک یہودی نے آپ کو روک رکھا ہے' آپ نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے مجھے کسی غیر مسلم پر ظلم کرنے سے منع کیا ہوا ہے۔ پھر جب دن روشن ہوگیا تو اس یہودی نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔ اس نے کہا بخدا میں نے آپؐ کے ساتھ جو سلوک کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ میں تو ریت کی اس پیش گوئی کو آزمانا چاہتا تھا جس میں ہے کہ "محمد بن عبداللہ ان کا مولد مکہ مکرمہ میں اور ہجرت گاہ مدینہ طیبہ میں ہے۔ اس کی بادشاہی شام تک ہوگی' وہ نہ تو ترش رو ہے اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں چلانے والا اور نہ فحش گوئی اختیار

کرنے والا ہے اور نہ بیہودہ بات کرنے والا"' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ میرا تمام مال حاضر ہے اس کے متعلق آپ جو چاہیں حکم دیں (دیکھیے البیہقی' دلائل النبوۃ؛ ولی الدین تبریزی' مشکواۃ' ۱۳۸/۳' (کتاب المناقب' باب فی اخلاقہ و شمائلہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)' حدیث ۵۵۸۲'. (طبع الالبانی)

○ ☆ ○

باب ۷

در حیاے مبارکہ (۱)

۴۳۔ صحیحین میں حضرت ابو سعید الخدری سے مروی ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کنواری لڑکی سے زیادہ حیا والے تھے"(۲)

حوالہ جات و حواشی

۱۔ بقول قاضی عیاض الحیاء ایسی حالت ہے جو اس وقت طاری ہوتی ہے جب انسان کو کوئی ایسا فعل کرنا پڑے' جن کا کرنا ناپسندیدہ یا اس کا ترک کرنے سے بہتر ہو (الشفا)

۲۔ دیکھیے البخاری' ۶/۵۶۶ (کتاب المناقب' باب ۲۳: صفۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)' حدیث ۳۵۶۲ و ۱۰/۵۱۳ (کتاب الادب' باب ۷۲) حدیث ۶۱۰۲' مسلم' ۴/۱۸۰۹ (کتاب الفضائل' باب ۱۶: کثرۃ حیائہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) حدیث ۲۳۲۰ (۶۷).

۴۴۔ شمائل ترمذی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیاء و شرم کے متعلق دو روایات مروی ہیں۔ ایک روایت تو وہ ہے جو حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے:

کان النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم اشدّ حیاء من العذراء فی خدرھا فاذا رای شیئا یکرھہ' عرفناہ فی وجھہ (الشمائل' حدیث ۳۴۱ (یہ حدیث صحیحین میں بھی مذکور ہے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پردہ دار کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیاء والے تھے اور جب کوئی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ناپسند ہوتی تو ہم آپ کی

ناپسندیدگی آپ کے چہرے پر دیکھ لیا کرتے تھے.

۴۵۔ دوسری روایت ام المومنین حضرت عائشہؓ کے آزاد کردہ غلام سے ہے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ

ماراٰیت فرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم قط۔ (الشمائل المحمدیہ، ص ۲۰۳، حدیث ۳۴۲؛ نیز ابن ماجہ، السنن، ۱/۲۰۳، (کتاب النکاح، باب ۲۸) حدیث ۱۹۲۲؛ نیز مسند احمد، جلد ۸، حدیث ۲۴۳۹۸ در مسند عائشہ رضی اللہ عنھا). یعنی انہوں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نہیں دیکھا.

اسی حیاء کا یہ اثر تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اگر کوئی ایسی بات بیان کرنا ہوتی جس کا تعلق انسان کے جنسی مسائل سے ہوتا، تو آپ اسے اشاروں کنایوں میں بیان فرماتے تھے.

○ ☆ ○

باب ۸

سخاوت نبوی

۴۶۔ بخاریؒ و مسلمؒ، ترمذیؒ اور ابنِ ماجہ نے روایت کی ہے کہ

کان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم احسن الناس واجود الناس واشجع الناس (۱)	آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ البخاری، ۵/۲۴۰ (کتاب الہبۃ، باب ۳۳: من استعار من الناس)، حدیث ۲۶۲۷، و ۱۰/۴۵۵ (کتاب الادب، باب ۳۹)، حدیث ۶۰۳۲، مسلم، ۴/۱۸۰۲ (کتاب الفضائل، باب ۱۱)، حدیث ۲۳۰۷ (۴۸)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سخاوت اور فیاضی پر محدثین نے بہت سی روایات جمع کی ہیں، مضمون کی تکمیل کے لیے، چند ایک درج ذیل ہیں:

۴۷۔ عن انس رضی اللّٰہ عنہٗ ان رجلاً سألَ النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم غنماً بین جبلین فا عطاہ ایاہ فاتی قومہٗ فقال ایْ قومِ اسلموا فواللّٰہ ان محمّدا لیعطی عطاءً مایخاف الفقر۔۔	حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دو پہاڑوں کے مابین (پھیلا ہوا) ریوڑ مانگا، آپ نے اسے مرحمت فرما دیا۔ وہ شخص اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا: اے میری قوم (کے لوگو!) مسلمان ہو جاؤ۔ اس لیے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم اتنا دیتے ہیں کہ محتاجی کا اندیشہ
نہیں رہتا۔

(مسلم، ۴/۱۸۰۴ (کتاب الفضائل، باب ۱۴: ماسئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم شیئاً قط فقال لا)، حدیث ۲۳۱۲ (۵۸)۔

۴۸۔ اسی طرح حضرت جابربن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

ماسئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم شیئاً قط فقال لا (البخاری، ۱۰/۴۵۵، کتاب الادب، باب ۳۹، حسن الخلق و السخاء)، حدیث ۶۰۳۴؛ مسلم، ۴/۱۸۰۵، کتاب الفضائل، باب ۱۴، حدیث ۲۳۱۱ (۵۶)، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کبھی کوئی سوال نہیں کیا گیا کہ آپؐ نے جواب میں لَا (نہیں) فرمایا ہو۔

۴۹۔ اسی طرح حضرت الحسن (البصریؒ) سے مرسلاً مروی ہے:

وحمل الیہ تسعون الف درھم فوضعت علی حصیر ثمّ قام الیھا فقسمھا فما ردسائلا" حتی فرغ منھا	آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں ستر ہزار درہم آئے، آپ نے اسے چٹائی پر رکھنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے اُٹھ کر اسے تقسیم کیا (اس طرح) کہ کسی سائل کو نہیں لوٹایا، یہاں تک کہ سب تقسیم فرما دیئے۔

(قاضی عیاض، الشفا، ۱/۲۳۳، بحوالہ ابوالحسن الضحاک، الشمائل)

○ ☆ ○

باب ۹

ایذاؤں پر صبر

۵۰۔ نامور محدث ابن سعید (۱) نے حضرت اسماعیل بن عباس سے روایت کی ہے کہ:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم اصبر الناس علی اقذار الناس (۲)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لوگوں کی طرف سے آنے والی مصیبتوں پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ ابن سعید اور، اسماعیل بن عباس دونوں غیر معروف ہیں۔

۲۔ اس مضمون کی کتب حدیث و سیرت میں متعدد روایات مروی ہیں،چند روایات حسب ذیل ہیں:

۵۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لقد اخفت فی اللّٰہ ومایخاف احد اولقداو ذیت فی اللّٰہ وما یوذی احد لقدرأیت ثلاثون من بین لیلۃٍ ویومٍ و مالی ولبلال طعام یا کلہٗ ذوالکبد الاشئی یواریہ ابطٗ بلالٍ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں اتنا ڈرایا گیا ہوں کہ میرے سوا اور کوئی اتنا نہیں ڈرایا گیا اور مجھے اس کے بارے میں اتنی اذیت دی گئی جو کسی اور شخص کو نہیں دی گئی، مجھ پر تیس دن اور تیس راتیں ایسی گذر چکی ہیں کہ میرے اور بلالؓ کے پاس

کھانے کے لیے کوئی اور شے نہیں
ہوتی تھی' بجز اس (معمولی سی) خوراک
کے جو بلال کی بغل میں ہوتی.

(احمد بن حنبل' مسند' ۳/۱۲۰ ـ ۱۲۱؛ الترمذی' ۴/۶۴۵ (کتاب صفة القیامة' باب ۳۴)۔ حدیث ۲۴۷۲؛ ابن ماجہ' ۱/۵۴' (المقدمه' باب فی فضائل اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم' حدیث ۱۵۱)۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

ومعنی هذا الحدیث حین خرج النبی صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم هارباً من مکة و معهٗ بلال انما کان مع بلال من ابط ما یحمله تحت ابطه

یہ اس وقت کی بات ہے' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کے ارادہ سے نکلے تھے اور آپ کے ہمراہ حضرت بلالؓ تھے۔ اس وقت آپ دونوں کے پاس کھانے کے لیے معمولی سی خوراک بلال کی بغل میں ہوتی تھی.

(الترمذی' ۴' ۶۴۵ (کتاب صفة القیامة' باب ۳۴' حدیث ۲۴۷۲).

۵۲۔ اسی طرح اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' فرماتی ہیں:

ان کنا آلُ محمّدٍ نمکث شهراً مانستو قد بنار ان هو الا الماء والتّمر

ہم خاندان محمد والے ایک ایک ماہ تک اس حال میں گذارتے تھے' کہ ہمارے ہاں آگ نہیں جلتی تھی سوائے پانی اور کھجور کے (کچھ گھر میں نہیں ہوتا تھا)

(الترمذی' ۴/۶۴۵' کتاب صفة القیامة' باب ۲۲' حدیث ۲۴۷۱).

۵۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

"انہوں نے ایک مرتبہ خدمت اقدس میں عرض کیا "یارسول اللہ! کیا آپ کی زندگی میں غزوۂ احد سے بھی سخت دن آیا ہے۔" آپ نے فرمایا "مجھے تمہاری قوم (قریش مکہ) سے بہت سخت تکلیفیں پہنچی ہیں اور میرے لیے سب سے سخت دن وہ تھا جب میں نے ابن عبد یالیل کی بیٹوں کے سامنے خود کو پیش کیا' مگر انہوں نے میری دعوت و تبلیغ کو قبول نہ کیا۔ میں اسی پریشانی اور غم کی حالت میں واپس چل پڑا۔ جب میں قرنِ ثعالب پر پہنچا تو مجھے پتہ چلا۔ میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا میں نے دیکھا کہ ایک بادل نے مجھ پر سایہ کیا ہوا ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس بادل میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھ کو آواز دی اور کہا: "بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات سن لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرفُ ملکُ الجبال کو بھیجا ہے تاکہ آپ جو چاہتے ہیں اس کا انہیں حکم دیں۔ پھر ملکُ الجبال نے مجھے آواز دی اس نے مجھے سلام کیا اور پھر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات سن لی ہے' میں پہاڑوں کا (موکّل) فرشتہ ہوں' مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات طرف بھیجا ہے، تاکہ آپ جو حکم دیں اس کی تعمیل کروں' اگر آپ چاہیں تو مکہ کے دو پہاڑوں (اخشبین) کو ان پر گرا دوں' مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا نہیں،بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے (البخاری' ۶/ ۳۱۲ ۔ ۳۱۳' کتاب بدؤا الخلق' باب ۷' حدیث ۳۲۳۱؛ مسلم' ۳/۱۴۲۰' کتاب الجهاد والسیر' باب ۳۹: مالقی النّبی من اذی المشرکین۔۔۔ حدیث ۱۷۹۵ (۱۱۱))قرن ثعالب جس کا اس روایت میں ذکر آیا ہے' ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے' جو بڑے پہاڑ سے الگ تھلگ ہے اور اخشبین مکہ مکرمہ کے دو پہاڑ ہیں (فتح الباری' ۶/۳۱۵ ۔ ۳۱۶).

○ ☆ ○

باب ١٠

مخلوق پر رحمت و شفقت

۵۴۔ مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

ما رایت احداً ارحم بالعیال من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم(١)

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو اپنے گھر والوں پر مہربان اور شفیق نہیں دیکھا۔

اور اللہ تعالیٰ آپ کی تعریف میں فرماتے ہیں:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (٢)

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین روف رحیم

البتہ تمہیں میں سے ایک رسول آئے' جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں' ہے' تمہارے (ایمان) پر حریص ہیں' ایمان والوں پر نہایت رحم کرنے والے اور مہربان ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

١۔ مسلم' ١٨٠٨/۴ (کتاب الفضائل' باب ١۵: رحمتہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الصبیان....' حدیث ٢٣١٦ (٦٣)۔

٢۔ التوبہ (١٢٨/٩)

۳۔ الانبیاء (۲۱/۱۰۷).

اس مضمون کی احادیث بھی کتب حدیث میں متعدد ملتی ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں:

۵۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

قدم ناس من الاعراب علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم فقالوا انقبلون صبیانکم؟ فقالوانعم فقالوا لکنّا واللّٰہ مانقبل فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واملک ان کان اللّٰہ نزع منکم الرحمۃ۔۔۔ قال ابن نمیر من قلبک الرحمۃ

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ (دوسری روایت کی رو سے حضرت اقرعؓ بن حابس) آئے (آپ اس وقت حضرت حسنؓ سے پیار کررہے تھے) اس نے کہا "کیا آپ بچوں کو چومتے ہیں؟" ہم تو (اپنے بچوں کو) نہیں چومتے۔ آپ نے فرمایا "اگر اللہ نے تم سے رحمت و شفقت کو چھین لیا ہے، تو میں کیا کروں۔ ابن نمیر کی روایت میں ہے کہ تیرے دل سے .

(مسلم، ۴/۱۸۰۸، کتاب الفضائل، باب ۱۵، حدیث ۲۳۱۷ (۶۴).

۵۶۔ حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے، فرماتے ہیں

مارأیت احداً کان ارحم بالعیال من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم قال کان ابراھیم مسترضعاً فی عوالی المدینۃ فکان ینطلق ونحن معہ، فیدخل البیت وانہ لیدخن وکان ظئرہ قیناً فیاخذہ فیقبلہ، ثم یرجع

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اولاد و عیال پر زیادہ مہربان اور شفیق کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ کے صاحبزادے ابراہیم عوالی مدینہ میں دودھ پلانے کے لیے

چھوڑے گئے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے بنفس نفیس وہاں جاتے اور ہم بھی آپ کے ہمراہ ہوتے۔ آپ دھوئیں سے بھرے ہوئے گھر میں بیٹھ کر اپنے بیٹے سے پیار کرتے تھے۔ ابراہیم کے رضائی باپ لوہار تھے آپ ابراہیم سے پیار کرکے واپس آتے

(مسلم، ۴/۱۸۰۸، کتاب الفضائل، باب ۱۵، حدیث ۲۳۱۶)

۵۷۔ امام ابوبکر بن فورک (جو کہ نامور شافعی عالم، فقیہ اور محدث تھے، م ۴۰۶ھ/) نے ابن شہاب الزہری (محمد بن مسلم، بن عبیداللہ بن عبداللہ بن الشہاب الزہری، نامور فقیہ، محدث، نامور تابعی، ولادت ۵۰ھ، وفات ۱۳۴ھ) سے روایت کیا ہے:

غزا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم غزوۃً و ذکر حسینا" قال فاعطی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صفوان بن امیہ مائۃ من النعم ثم مئۃ ثم مئۃ"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک جنگ کی (غزوہ حنین)۔۔۔۔ فرمایا (فتح کے بعد) صفوان بن امیہ کو سو اونٹ دیئے اور پھر سو اور پھر سو اور (کل تین سو) عطا فرمائے.

(قاضی عیاض، الشفا، ۱/۲۳۲ و ۲۵۲).جبکہ صحیح مسلم، (۲/۷۳۷، کتاب الزکاۃ، باب ۴۶، حدیث ۱۰۶۰ (۱۳۷) میں مذکور ہے، کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابو سفیان بن حرب، صفوان بن امیہ، عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس میں سے ہر ایک کو سو سو اونٹ مرحمت فرمائے، اور عباس بن مرداس کو سو سے کم دیئے، مگر بعد ازاں، اسے بھی ۱۰۰ پورے کردیئے۔۔۔۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ، آپ کا لایا ہوا دین اور آپ کی مانگی ہوئی

دعائیں آنحضورؐ کی امت پر آپ کی طرف سے شدید شفقت و رحمت کا بخوبی
اظہار ہیں۔

○ ☆ ○

باب ۱۱

تواضعِ نبوی

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تواضع کے متعلق بہت سی روایات مذکور ہیں:

۵۷۔ ابن عدی اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

"ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گھر سے برآمد ہوئے تو آپ نے جسم مبارک پر صرف ایک ہی کمبل اوڑھا ہوا تھا جو کسی جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ ایک بدّو نے آپ سے پوچھا کہ "آپ اس قسم کا لباس کیوں پہنتے ہیں؟" فرمایا"اپنے اندر احساس بڑائی کو ختم کرنے کے لیے (۱)"۔

۵۸۔ ابوالحسن بن ضحاک (۲) حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمان بن عوف (۳) سے روایت کرتے ہیں' کہ انہوں نے فرمایا: میں نے ابوسعید الخدریؓ سے پوچھا "آپ لباس' مشروب اور کھانے کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ کیسا ہونا چاہیے؟" انہوں نے فرمایا "بھتیجے اللہ کے لیے' جو چیز ملے کھاؤ' پیو' سواری کرو' البتہ جس شے میں ذاتی حرص یا ذاتی مدح کا جذبہ یا ریاکاری یا سنورنے کا جذبہ پیدا ہوجائے وہ گناہ اور اسراف ہے اور اپنے گھر میں اپنا کام خود کرو' جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بعض اوقات اپنے اونٹ کو بٹھاتے تھے۔ اسے رسی سے باندھتے تھے۔ اپنے گھر میں جھاڑو دیتے تھے' اپنی بکری کا دودھ دھوتے تھے' اپنی جوتی کی مرمت کرلیا کرتے تھے' اپنے کپڑوں کو پیوند لگالیتے تھے۔ اپنے خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور جب خادم تھک جاتا تو اس کی جگہ خود کام کرتے تھے۔ بازار سے جاکر کھجوریں خریدتے تھے اور اسے اپنے ہاتھ میں پکڑ کر اپنے دامن میں ڈال کر لانے میں کوئی برائی نہیں سمجھتے تھے۔ مسلمانوں میں سے امیر' غریب' بڑا' سرخ غلام' آزاد یا جو بھی راستے میں ملتا سلام میں پہل فرماتے تھے۔ دعوت

کرنے والا خواہ پراگندہ بالوں اور پریشان حال ہوتا' بہر صورت آپ اس کی دعوت قبول فرماتے تھے اور کھانے میں وہ جو شے بھی پیش کرتا اسے برا نہیں کہتے تھے۔ خواہ خشک اور کم قیمت کھجور ہی ہوتی۔ شام کا کھانا کھا کر صبح کے کھانے کے لیے خوراک بچا کر نہ رکھتے تھے اور صبح کا کھانا کھا کر شام کے لیے کچھ اٹھا کر نہ رکھتے تھے۔ آپ کے توشہ خانہ میں کبھی رات کو روٹی کا ٹکڑا یا تھوڑے سے ستوؤں کے سوا کچھ نہیں بچا(۴)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نرم خو' مہربان طبیعت' خوش صحبت' خندہ رو اور بہت زیادہ تبسّم کرنے والے تھے' مگر ایسا کہ اونچی آواز میں قہقہہ بلند نہیں کرتے تھے۔ آپ خوف خدا سے غمگین اور متفکر رہتے تھے اور جب اسلام کی حمیت میں غصہ آتا تو سخت غصہ آتا تھا' مگر اس میں بھی گالی گلوچ اور دوسروں کو برا بھلا کہنا شامل نہیں ہوتا تھا۔ آپ بہت زیادہ تواضع پسند تھے' مگر اس تواضع میں اپنے آپ کو ذلیل نہیں کرتے تھے۔ آپ بہت زیادہ سخی اور فیاض تھے' مگر فضول خرچ ہرگز نہیں تھے۔ آپ اپنے رشتہ داروں اور تمام مسلمانوں سے صلہ رحمی فرماتے تھے۔ آپ بے حد نرم دل تھے۔ تواضع کا یہ عالم تھا کہ ننگے پاؤں گلیوں میں چلتے پھرتے' کبھی شکم سیری سے پیٹ میں گرانی نہیں ہوئی اور کبھی کسی قسم کا لالچ یا طمع نہیں کیا"

نیچے کے راوی ابو سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی یہ روایت جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کی تو انہوں نے فرمایا ابوسعیدؓ نے کسی شے کے بیان کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی' البتہ انہوں نے اس کے متعلق بہت کم بیان کیا ہے' میں آپ کو بتاتی ہوں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا' لیکن اپنے فاقے یا غم کو کبھی کسی کے سامنے ظاہر نہیں فرمایا۔ آپ کو غنا (تونگری) سے فقر و فاقہ زیادہ پسند تھا۔ اگر آپ کا تمام دن اور تمام رات بھوک

کی حالت میں گذری ہوتی تو یہ بات بھی آپ کو اگلے دن کا روزہ رکھنے سے مانع نہ ہوتی۔ آپ کے مقام و مرتبے کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ تمام روے زمین کے خزانے اور پھل آپ کو عطا فرما دیتا۔۔۔۔ بعض اوقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوکا دیکھتی' تو رو پڑتی اور عرض کرتی میری جان آپ پر قربان! زیادہ نہ سہی آپ کو اتنی دنیا تو ملتی کہ آپ اپنی بھوک مٹا سکتے' مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے' میرے بھائی پیغمبروں نے ایسے ایسے حالات پر' جو مجھ پر گذرے ہوے حالات سے بھی زیادہ سخت تھے' صبر کیا اور اسی حالت میں زندگی گذار دی اور خدا کو جا ملے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا بیحد اکرام کیا اور بیحد تعظیم فرمائی اور ان کو بہت زیادہ اجر عطا کیا' مجھے حیا آتی ہے کہ اگر دنیا میں عیش و عشرت سے رہوں گا تو میں اس مرتبہ کے حصول سے کوتاہ رہ جاؤں گا' لہٰذا میں اس چند روزہ زندگی اور فقر و فاقہ پر صبر کرتا ہوں' اس لیے مجھے یہ بات اس کی نسبت زیادہ پسند ہے کہ میں ان پیغمبروں سے کل یوم آخرت میں کم رتبہ رہ جاؤں اور اپنے بھائیوں کے درجے تک پہنچنے سے زیادہ مجھے کوئی شے عزیز نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ عادات مبارکہ اس حدیث میں مجتمع ہیں اور باقی مختلف احادیث میں متفرق ہیں۔

۵۸۔ محدث ابونعیم اور محدث ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور ابو نعیم صاحبِ حلیہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اور ابن سعد نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ

"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک دن حضرت جرائیل علیہ السّلام میرے پاس تھے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے ایک اور فرشتے کو میرے پاس بھیجا جس کی کمر کعبہ کے برابر تھی اور وہ فرشتہ کبھی کسی پر نازل نہیں ہوا' اس کا نام اسرافیل ہے۔ اس نے مجھ سے کہا السلام علیک یا۔ محمد اللہ تعالیٰ نے

آپ کو سلام کہا ہے اور مجھے اس پیغام کے ساتھ بھیجا ہے' کہ میں آپ کو بتا دوں کہ آپ "بندہ نبی" بن کر رہنا چاہتے ہیں یا "بادشاہ نبی"۔ یہ سن کر میں نے مشورہ کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انہوں نے فرمایا تواضع اختیار کرو' لہٰذا میں نے کہا کہ میں بندہ نبی بن کر زندگی گذارنا چاہتا ہوں' اے عائشہؓ اگر میں اس وقت بادشاہ نبی کہہ دیتا تو ہر وقت سونے کے پہاڑ میرے ہمراہ چلتے۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کبھی تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے' میں تو ویسے کھانا کھاتا ہوں' جیسے غلام کھاتے ہیں اور میں ویسے بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتے ہیں (۵)

۵۹۔ مسند احمد صحیح البخاری اور سنن ابن ابی ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"مدینہ منورہ میں ایک باندی تھی (جس کی عقل میں فتور تھا) وہ اپنے کام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہاں لیجانا چاہتی تھی آپ اپنا ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے(۶).

۶۰۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

"میری حد سے زیادہ مدح نہ کیا کرو' جیسے کہ عیسائی حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام کی کرتے ہیں' میں تو اللہ کا بندہ ہوں تم کہا کرو: عبداللّٰہ و رسولہ (۷) (اللہ کا بندہ اور اس کا رسول).

۶۱۔ سنن ابی داؤد میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

"ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گھر سے باہر نکلے تو ہم آپ کی تعظیم و تکریم کے لیے کھڑے ہوگئے آپ نے فرمایا "میرے لیے کھڑے نہ ہوا کرو' جیسے کہ عجمی لوگ (اپنے سرداروں کی) تعظیم کے لیے ایسا کرتے ہیں" (۸)

۶۲۔ مسند احمد اور سنن ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ

فرماتے ہیں:

صحابہ کرام کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ محبوب ہستی کوئی نہ تھی، لیکن اس کے باوجود صحابہؓ آپ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لیے کہ انہیں معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس بات سے ناخوش ہوتے ہیں (۹)۔

۶۳۔ یہی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مریض کی عیادت کرتے تھے۔ جنازے میں حاضر ہوتے تھے، گدھے پر سواری کرتے تھے، غلام کی دعوت قبول فرمالیتے تھے اور غزوۂ بنی قریظہ کے دن آپ ایک کھجور کی نکیل والے گدھے پر سوار تھے، جس پر کھجور کی زین تھی (۱۰)

۶۴۔ حضرت انسؓ بن مالک ہی سے مروی ہے کہ:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب حج (حجۃ الوداع) کیا تو آپ ایسے اونٹ پر سوار تھے جس پر ایک بوسیدہ کپڑے کی دھجی تھی جس کی قیمت چار درھم بھی نہ تھی۔ آپ فرما رہے تھے: اے اللہ تو اس کو حج مبرور بنا نہ کہ دکھاوے اور ریاکری والا حج (۱۱)۔

۶۵۔ حضرت انسؓ بن مالک سے ہی روایت ہے کہ:

"ایک مرتبہ ایک درزی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعوت کی تو آپ نے قبول فرمائی۔ اس نے آپ کی خدمت میں کدو کا ثرید پیش کیا، آپ ثرید میں کدو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھانے لگے، کیونکہ آپ کو کدو بیحد پسند تھا(۱۲)۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ ابن عدی، نامور محدث، عبدالملک بن محمد بن عدی، ابونعیم الجرجانی ۔

۲۔ ابوالحسن الضحاک ....

۳۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عبدعوف۔۔۔۔ القرشی الزھری، الحافظ، مدینہ منورہ کے ایک جلیل القدر عالم، ان کی ولادت سنہ ہجری کی تیسری دھائی (۳۰ ۔ ۳۹ھ) میں ہوئی، وہ کچھ عرصہ (۴۸ھ تا ۵۴ء) مدینہ منورہ کے قاضی بھی رہے، ان کا انتقال مدینہ منورہ میں بہتر برس کی عمر میں ۹۴ھ/۷۱۲ء میں ہوا (سیراعلام النبلاء، ۴/۲۸۷ ۔ ۲۹۴).

۴۔ یہ تمام باتیں معتبر و ثقہ روایات سے ثابت ہیں.

۵۔ حلیہ ابی نعیم ۔

۶۔ مسلم، ۴/۱۸۱۲ ۔ ۱۸۱۳ء(کتاب الفضائل، باب ۱۹: قرب النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من النّاس، حدیث ۲۳۲۶ (۷۶)؛ الترمذی: الشمائل المحمدیہ، ص ۱۸۹، حدیث ۳۱۴.

۷۔ الشمائل المحمدیہ، ص ۱۸۹ ۔ حدیث ۳۱۳۔۔۔۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم لاتطرونی کماالطرت النصاری ابن مریم انما اناعبد فقولو عبداللّٰہ و رسولہ(ترجمہ حسب متن).

۸۔ ابوداؤد، ۵/۳۹۷ ۔ ۳۹۸ (کتاب الادب، باب ۱۶۵)، حدیث ۵۲۲۹؛ ابن ماجہ، ۲/۱۲۶۱ (کتاب الدّعاء، باب ۲: دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حدیث ۳۸۳۶؛ احمد بن حنبل، مسند، ۵/۲۵۳؛ مختصر سنن ابی داؤد، (۸/ ۹۳ . ۹۴) میں حافظ المنذریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابو غالب نامی راوی ہے۔ جس کا نام حزور یا نافع یا سعید بن

الحزور تھا' اسے بعض ائمہ نے ثقہ' بعض نے متوسط اور بعض نے ضعیف کہا ہے' ابن حبان فرماتے ہیں' کہ اس کی حدیث اس وقت تک قابل حجت نہیں' جب تک کہ ثقہ لوگ اس سے اتفاق نہ کریں۔ ابن سعد نے بھی اسے منکرالحدیث کہا ہے۔۔۔۔ پوری روایت اس طرح ہے:

خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم متوکئا علی عصاً فقمنا لہ فقال لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضھم بعضا ۔۔۔۔ (ترجمہ حسب متن)۔

۹۔ الترمذی' ۵/۹۰ (کتاب الادب' باب ۱۳: ماجاء فی کراھیۃ قیام الرجل الرجل' حدیث ۲۷۵۴ (حدیث حسن صحیح غریب)۔ اصل عبارت اس طرح ہے:

لم یکن شخص احبّ الیھم من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم وکانو اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیۃ لذالک۔۔۔ (ترجمہ حسب متن ہے)۔

۱۰۔ الترمذی' الشمائل المحمدیہ' ص ۱۹۰ باب ماجاء فی تواضع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم)' حدیث ۳۱۵' روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یعود المریض و یشھدالجنائز ویرکب الحمار ویجیب دعوۃ العبد وکان یوم بنی قریظہ علی حمار محظوم بحبل من لیف وعلیہ اکاف من لیف ۔۔۔۔ (ترجمہ حسب متن)۔

اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے کتاب الجنائز میں اور امام ابن ماجہؒ نے التجارات میں روایت کیا ہے۔

١١۔ البخاری' (کتاب الحج)۔۔۔ ابن ماجہ کتاب الحج

الترمذی' الشمائل' ص ١٩٠۔ ١٩١ حدیث ٣١٧ ۔۔۔۔ عبارت یہ ہے:

حج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم علی رحل رث و علیہ قطیفۃ لاتساوی اربعۃ دراھم فقال اللھم اجعلہ حجاً لا ریاء فیہ ولا سمعۃ ۔۔(ترجمہ حسب متن)۔

١٢۔ الترمذی' الشمائل' ص ١٩٤' حدیث ٣٢٤۔ عبارت حسب ذیل ہے:

ان خیّاطًا دعارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم فقرب منہ ثریدا فیہ دباء قال فکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یا خذا الدباء وکان یحب الدباء قال ثابت سمعت انسا یقول فما صنع لی طعام اقدر علی ان یصنع فیہ دباء الا صنع (ترجمہ حسب متن)

○ ☆ ○

باب ۱۲

در قوت و شجاعت

۶۶-۶۷۔ مسند دارمی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

"میں نے جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ کسی کو طاقتور دیکھا اور نہ آپ سے زیادہ بہادر"

۶۸۔ محدث ابو زرعہ دلائل النبوۃ میں حضرت انس سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

"مجھے عام لوگوں سے جنگی طاقت و قوت میں فضیلت اور برتری عطا کی گئی ہے" (۲)

۶۹۔ نامور محدث امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی کتاب مسند احمد بن حنبل میں اور محدث ابن ماجہ نے اپنی کتاب (السنن) میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے:

"جب جنگ میں زور کا رن پڑتا تھا اور صفیں آپس میں گتھم گتھا ہو جاتی تھیں تو اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص دشمن سے قریب نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیچھے پناہ لیا کرتا تھا۔ جنگ بدر میں کوئی شخص گھمسان کی لڑائی کے وقت کوئی شخص دشمنان اسلام کے' آپ سے زیادہ نزدیک نہ تھا (۳)

۷۰۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

"میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ آپ غزوۂ حنین کے دن اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ اس وقت ابوسفیانؓ بن الحارث آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سفید خچر کی باگ پکڑے ہوئے تھے اور آپؐ فرمارہے تھے "میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں) (۵)

۱۷۔ خادم نبوی حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت' سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ گھبرا گئے اور کچھ لوگ اس آواز کی طرف گئے۔ انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ادھر سے واپس آتے ہوئے ملے۔ آپؐ ان سے پہلے اس آواز کی طرف سوار ہو کر گئے تھے۔ اس وقت آپ حضرت ابو طلحہؓ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے۔ آپؐ کی گردن مبارک میں تلوار تھی اور آپ فرمارہے تھے کہ "نہ گھبراؤ" نیز فرمایا "ہم نے اس گھوڑے کو سمندر پایا" (٦)۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ قاضی عیاضؒ نے الشفاؑ میں شجاعت کی حسب ذیل تعریف کی ہے:

الشجاعة فضیلة قوة الغضب وانقیادها للعقل...(۱/ ۲۳۵)۔

شجاعت اضافی قوت غضبیہ اور اس کے عقل کے مطیع للعقل۔۔۔۔(۱/ ۲۳۵)۔ ہونے سے عبارت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شجاعت ایک تو اضافی قوت ہے اور دوسرا یہ کہ یہ اضافی قوت و قدرت عقل کے تابع ہو۔ جہاں عقلی تقاضاہو' وہیں اس کا اظہار ہو اور جہاں نہ ہو' وہاں اس کا اظہار بھی نہ ہو۔

۲۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

مارأیت اشجع ولا انجد ولا اجود ولا ارضی من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم' میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کسی کو زیادہ بہادر' سخی' جوّاد اور راضی رہنے والا نہیں دیکھا (الشفا' ۱۰/ ۲۳۷' الفصل الرابع عشر' الشجاعة والنجدة)۔

۳ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی اس روایت کی عبارت حسب ذیل ہے:

انا کنا اذاحمیٰ الباس ویروی اشتد البأس واحمرت الحدق اتینا برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم فما یکون احد اقرب الی العدومنہ ولقد رأیتنی یوم بدر ونحن فلوذ بالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھواقربنا الی العدو وکان من اشد الناس یومئذ باساً" (الشفا' ۱/۲۳۷' نیز مسند احمد (ورمسند علی)؛ النسائی؛ الطبرانی؛ البیھقی وغیرہ' یعنی جب گھسان کا رن پڑتا اور دوسری روایت میں ہے کہ جنگ سخت ہوجاتی' اور آنکھوں کی پتلیاں سرخ ہوجاتیں' تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس چلے آتے' اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ دشمن کے کوئی قریب نہ ہوتا اور غزوۂ بدر کے دن میں نے خود کو اس عالم میں دیکھا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پناہ (یا آڑ) لیے ہوے تھے' اور آپ اس دن دشمن کے ہم سب سے زیادہ قریب تھے۔ اور اس روز آپ سب سے زیادہ داد شجاعت دے رہے تھے۔

۴۔ پوری روایت اس طرح ہے:

عن ابی اسحاق سمع البراء وسالہ رجل افرر تم یومَ حنین عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم لم یفرّ ثم قال لقد رأتیۂ علی بغلتہ البیضاو ابو سفیان آخذ بلجامھا والنبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یقول انا النبی لاکذب وزاد غیرہ انا ابن عبدالمطلب قیل فماروی یومئذ احد کان اشد منہ ---- (الشفا' ۱/۲۳۶)' یعنی نامور محدث ابواسحاق (السبیعی الھمدانی الکوفی' م ۱۲۷ھ/۷۴۴ء) فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت براء (م ۷۲/۶۹۱ء)

کو یہ فرماتے ہوے سنا' اس وقت کسی شخص نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا تم لوگ غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ فرمایا: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو نہیں بھاگے تھے' میں نے (اس دن) آپؐ کو اپنے سفید خچر پر سوار دیکھا' اس وقت ابوسفیانؓ بن الحارث آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوے تھے اور آپؐ فرمارہے تھے: "میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں" دوسرے راویوں نے یہ اضافہ بھی کیا ہے: "میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں" اس دن آپ سے زیادہ کسی کو بہادر نہیں دیکھا گیا۔۔ (سبحان اللہ).

جبکہ صحیح مسلم (۳/۱۴۰۰' کتاب الجھاد دوالسیر' باب ۲۸: غزوۂ حنین) میں اس واقعے کی مزید تفصیل بیان کی گئی ہے:

ابواسحاقؒ فرماتے ہیں' کہ ایک شخص نے حضرت براء بن عازبؓ سے کہا: اے ابو عمارہؓ کیا تم لوگ غزوۂ حنین کے روز بھاگ گئے تھے' فرمایا: نہیں بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منہ نہیں موڑا تھا۔ البتہ نوجوان صحابہ اور ایسے ہلکے اور غیر مسلح لوگ جن کے پاس زیادہ اسلحہ نہ تھا جب ایسے تیراندازوں کے سامنے آئے' جن کا تیر شاید ہی خطا ہوتا تھا' یہ بنوھوازن اور بنو نصر کے لوگ تھے' انہوں نے تیروں کی بارش کردی' جو ایسی تھی' کہ خطا نہیں کررہی تھی'۔۔۔۔ اس وقت وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جانب متوجہ ہوے۔ اس وقت آپ سفید خچر پر سوار تھے اور ابو سفیانؓ بن الحارث بن عبدالمطلب اس کو چلا رہے تھے' اس وقت آپ نیچے اتر آئے اور اللہ تعالیٰ سے حصول مدد کی دعا کی اور فرمایا: "میں نبی ہوں (اس میں) کوئی جھوٹ نہیں' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں" پھر آپ نے صحابہ کو صف بستہ

کیا۔

۷۲۔ مسلم شریف ہی کی اگلی روایت میں ہے:

کنا واللہ اذا احمرّ البأس نتقی وان الشجاع منا الذی یحاذی بہ' یعنی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (حدیث ۱۷۷۶ (۷۹)' یعنی خدا کی قسم جب جنگ بھڑک اٹھتی تو ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آڑ لیکر بچتے تھے اور ہم میں سے سب سے بڑا بہادر وہ (سمجھا جاتا) تھا' جو آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے برابر ہوکر کھڑا ہوتا تھا۔۔۔

۵۔ البخاری' ۵/۲۴۰ (کتاب الھبۃ' باب ۳۳: من استعار من الناس الفرس)' حدیث ۲۶۲۷ و ۱۰/۴۵۵ (کتاب الادب' باب ۳۹: حسن الخلق والسخاء) حدیث ۶۰۳۳؛ مسلم' ۴/۱۸۰۳ (کتاب الفضائل (۴۳) باب ۱۱۔فی شجاعۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وتقدمہ للحرب)' حدیث ۲۳۰۷ (۴۸)' پوری حدیث اس طرح ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم احسن الناس واجود الناس واشجع الناس ولقد فزع اھل المدینۃ ذات لیلۃ فانطلق الناس قبل الصوت فاستقبلھم النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قدسبق الناس الی الصوت وھویقول لم تراعو الم تراعوا وھو علی فرس ابی طلحۃ عری ما علیہ سرج فی عنقہٖ سیف فقال لقد جربتہ بحرا۶۔۔۔۔ (ترجمہ حسب متن)۔

امام الاصمعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر گھوڑا چلنے میں وسیع ہو' تو اس کو بحر (سمندر) کہتے ہیں' یا پھر اس کی چال میں سمندر کا سا ٹھہراو ہو تو ایسا گھوڑا بحر (سمندر) کہلاتا ہے (فتح الباری' ۵/۲۴۱ و ۱۰/ ۴۵۷)۔

اس حدیث کے راوی حضرت طلحہ انصاری (زید بن سہیل بن الاسود۔۔۔) النجّاری الخزرجی ہیں' جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم کے نامور صحابی اور آپ کے مادری سلسلے کے قرابت داروں میں سے تھے' وہ عقبۂ ثانیہ میں شریک ہوئے اور بارہ نقباء (سرداروں) میں سے ایک تھے۔ انہوں نے حضرت انسؓ بن مالک کی تربیت کی۔ حضرت ام سلیمؓ (والدہ انسؓ) انہی کی زوجہ تھیں' انہوں نے ایک روایت سے حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں (۲۴ - ۳۵ھ) میں اور دوسری روایت کی رو سے ۵۱ھ/۶۷۵ء میں انتقال فرمایا (الذھبی' سیراعلام النبلاء' ۲/۲۷ - ۳۴' عدد ۵؛ ابن سعد' الطبقات' ۳/۵۰۴)' ان سے ۳۵ احادیث مروی ہیں (جوامع السیرۃ' ص ۲۸۲)۔

○ ☆ ○

باب ۱۳:

جود و سخا

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جود و سخا کی کوئی حد نہیں ہے

۷۳۔ محدث الخرائطی اور الطبرانی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کبھی کسی کے سوال کے جواب میں "لا" (نہیں) نہیں کہا۔ اگر اسے کچھ دینا ہوتا تو عطا فرما دیتے ورنہ خاموش رہتے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر گنجائش نہ ہوتی تو آپ خاموش رہا کرتے تھے۔

۷۴۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور سب سے زیادہ سخاوت آپ رمضان المبارک میں فرماتے۔ جب ہر روز رات کے وقت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے اور آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ اس وقت آپ تیز رفتار ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے (۲) آپ کی سخاوت و فیاضی کے متعلق بے شمار احادیث مروی ہیں (۳).

حوالہ جات و حواشی

۱۔ اس حدیث کا ابتدائی حصہ متفق علیہ ہے (دیکھیے البخاری، ۱۰/۴۵۵ (کتاب الادب، باب ۳۹: حسن الخلق والسخاء) حدیث ۲۰۳۴؛ مسلم، ۴/ ۱۸۰۵ (کتاب الفضائل، باب ۱۴: ماسئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم شیئا قط فقال لا)، حدیث ۲۳۱۱ (۵۶)، مضمون حدیث حسب ذیل ہے۔ ماسئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شیئا قط فقال لا (ترجمہ حسب متن)" جبکہ آخری حصہ الخرائطی اور الطبرانیؒ و غیرھم کے

ہاں ملتا ہے۔

۲۔ البخاری، ۱/۳۰ (کتاب بدؤالوحی، باب ۵)، حدیث ۶۔۔۔۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم اجودالناس وکان اجود مایکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل وکان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن فلرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم اجود بالخیرمن الریح المرسلۃ (نیز دیکھیے، حدیث ۱۹۰۲، ۳۲۲۰، ۳۵۵۴ و ۴۹۹۷) (ترجمہ حسب متن)

۳۔ نیز دیکھیے باب ہفتم در سخاوت نبوی۔

○ ☆ ○

باب ۱۴

در خوف الٰہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت میں تمام لوگوں سے بڑھ کر تھے۔

۷۵۔ مسلم شریف میں حضرت عمروؓ بن ابی سلمہ سے مروی ہے کہ

"بخدا میں تم میں سب سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں" (۲)

موطّا امام مالک میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی اس قسم کی روایت منقول ہے' جس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"قبل اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا نفع مند نہ رہے' تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو" (۳)

۷۶۔ یہی روایت ابوالحسن بن الضحاک نے صفوان بن عون سے بھی روایت کی ہے۔

۷۷۔ اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ اور ابن ابی الدنیا وغیرہ نے ابو حرب کے واسطے سے حضرت مسورؓ (۴) سے نقل کیا ہے کہ

"ایک بار ایک شخص نے (دوسری روایت کی رو سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے) آیت مبارکہ اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّ جَحِیۡمًا وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ وَّ عَذَابًا اَلِیۡمًا (۵) (بیشک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ' گلوگیر کھانا ہے اور المناک عذاب ہے) پڑھی' جب آپ یہاں تک پہنچے تو آپ بیہوش ہو کر گر پڑے (۵)۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ حضرت عمرو بن ابی سلمہ بن عبدالاسد القرشی المخزوی' حضرت ام سلمہؓ کے' ان کے سابقہ خاوند ابوسلمہ سے بیٹے ہیں' جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے گود میں پالا' انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شرف سماع حاصل ہے۔ انہوں نے عبدالملک بن مروان کی خلافت کے زمانے میں انتقال فرمایا (اسدُ الغابہ' ۷۹/۴)' ان سے بارہ احادیث مروی ہیں (جوامع السیرۃ' ص ۲۸۴)۔

۲۔ مسلم' الصحیح' ۷۷۹/۲ کتاب الصیام' باب ۱۲' حدیث ۱۱۰۸ میں حضرت عمرو بن ابی سلمہ سے پوری روایت کا مضمون اس طرح ہے: عن عمرو بن ابی سلمة انه سأل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم آیقبّل الصائم؟ فقال له رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم سل هذه (لام سلمة) فاخبرته ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یصنع ذالک فقال یارسول اللّٰه قد غفر اللّٰه لک ماتقدم من ذنبک وماتأخّر فقال له رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم اما واللّٰه انی لاتقاکم للّٰه واخشاکم له یعنی حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا' کیا روزے دار (اپنی بیوی کا) بوسہ لے سکتا ہے؟ فرمایا اس (ام سلمہؓ) سے پوچھو' انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایسے کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیے ہیں' فرمایا: جہاں تک میرا معاملہ ہے' بخدا میں تم میں سب سے زیادہ متقی اور خدا سے ڈرنے والا ہوں' جبکہ البخاری' ۷۰/۱ (کتاب الایمان' باب ۱۳: قول النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم' انا اعلمکم باللّٰه ----)' حدیث ۲۰ کے الفاظ حدیث یہ ہیں: ان اتقاکم واعلمکم باللّٰه

انا (عن عائشہ) (بیشک تم سب میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے اور زیادہ علم رکھنے والا میں ہوں)۔

۳۔ ہمارے پاس جو موطا امام مالک کا نسخہ (مطبوعہ دارالنفائس) ہے اس میں مذکورہ روایت حضرت عطاء بن یسار کے حوالے سے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے' اس میں' مذکورہ عبارت کی جگہ یہ الفاظ ہیں۔

واللّٰہ انی لَاتقاکم لِلّٰہ واعلمکم بحدودہ (ص ۱۹۸ حدیث ۶۴۶)' یعنی بخدا میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اس کی حدود سے واقف ہوں۔"

۴۔ مسور بن مخرمہ' بن نوفل بن وُہیب۔۔۔۔ القرشی الزھری' ابوعبدالرحمان' ہجرت مدینہ کے دوسال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے' اور ۱۵ ذوالحجہ ۸/۶۳۰ میں چھ برس کی عمر میں (اپنے والدین کے ہمراہ) مدینہ منورہ آئے اور خدمت نبوی میں رہ کر تحصیل علم کیا۔ وہ حضرت عمر فاروق کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ فتنہ کے زمانے میں وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پرجوش حامیوں میں سے تھے۔ مکہ مکرمہ میں نماز کے دوران میں انہیں منجنیق کا ایک پتھر لگا' جس سے وہ شہید ہوگئے (۷۴ھ/ ۶۹۴) (الاصابہ' ۳/۴۱۹) ان سے بیس احادیث مروی ہیں' (جوامع السیرۃ' ص ۲۸۳)۔

۵۔ آیت مبارکہ المزمل (۷۳/۱۷) سے ہے اور حدیث مسند احمد بن حنبل میں (در مسند مسور بن مخرمہ) سے۔

۶۔ ان روایات کے علاوہ متعدد روایات سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے خشیت کا اظہار ہوتا ہے۔ مثلاً"

۷۸۔ حضرت عبداللہ بن الشخیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے

متعلق روایت کرتے ہیں:

اتیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم و لجوفہ ازیز کازیز المرجل من البکاء (الترمذی' الشمائل)	میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آیا' اس وقت آپ کے سینے سے رونے کی ایسی آواز نکل رہی تھی' جیسی کہ ھنڈیا سے اس کے جوش کے وقت نکلتی ہے.

۷۹۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے کچھ پڑھ کر سناؤ' میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو پڑھ کر سناؤں؟ حالانکہ آپؐ پر قرآن اترا ہے' فرمایا: میں چاہتا ہوں' کہ کسی اور سے سنوں (فرماتے ہیں' کہ) میں نے آپ کو سورۃ النساء پڑھ کر سنائی' یہاں تک کہ میں اس آیت تک جاپہنچا:

وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا	اور ہم اے نبیؐ آپ کو ان لوگوں پر (قیامت کے دن) گواہ بنا کر لائیں گے.

فرماتے ہیں میں نے دیکھا' کہ اس وقت آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں.
(دیکھیے الترمذی ۵/۲۳۸' کتاب التفسیر ومن سورۃ النساء' حدیث ۳۰۲۸).

○ ☆ ○

باب

در استغفار نبویؐ

۸۰۔ الطبرانی میں حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میں ہر روز اللہ تعالی کے سامنے ایک سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں (۱)

۸۱۔ بخاری وغیرہ میں حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے' کہ آپؐ نے فرمایا:

میں ہر روز ستر بار استغفار کرتا ہوں (۲)

۸۲۔ ابوداؤد' اور سنن ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: "میں نے ایک مرتبہ شمار کیا' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک مجلس میں ایک سو مرتبہ یہ استغفار پڑھا:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ(۳)

(اے میرے پروردگار میری مغفرت فرما' میری توبہ قبول فرما' بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے

۸۳۔ ایک اور روایت کی رو سے آپ نے ۱۰۰ مرتبہ یہ کلمات پڑھے (یا ان کے پڑھنے کی ہدایت فرمائی)

اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ الَّذِیْ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ ---(۴)

میں اللہ تعالی سے بخشش مانگتا ہوں' جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی زندہ اور قیوم ہے اور میں اس کی جانب توجہ (رجوع) کرتا ہوں۔

تعلیقات و حواشی

۱۔ یہ حدیث صحیح مسلم (۲۰۵/۴، کتاب الذکر، باب ۱۲: استحباب الاستغفار، حدیث ۲۷۰۳ (۴۱) میں حضرت الاغر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں ملتی ہے:

انہ لیغان علی قلبی وانی استغفر اللّٰہ فی الیوم مائۃ مرۃ یعنی میرے دل پر پردہ آجاتا ہے اور میں دن میں ایک سو بار استغفار کرتا ہوں۔ مسلم ہی کی ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں: یایھاالذین آمنوا توبوا الی اللّٰہ فانی اتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ یعنی اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اور میں دن میں ایک سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

۲۔ البخاری، ۱۰۱/۱۱ (کتاب الدعوات، باب ۳: استغفار النبی صلی اللہ علیہ وسلم)، حدیث ۶۳۰۷، بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، الفاظ یہ ہیں، واللّٰہ انی لاستغفر اللّٰہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ یعنی بخدا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

۳۔ احمد بن حنبل ۲۱/۲، ابو داؤد، السنن، ۱۷۸/۲ (کتاب الصلاۃ، باب ۳۶۱: فی الاستغفار)، حدیث ۱۵۱۶، ابو عیسیٰ الترمذی، السنن، ۵/ ۴۹۴ ۔ ۴۹۵ (کتاب الدعوات، باب ۳۶: مایقول اذا قام من المجلس)، حدیث ۳۴۳۴۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، ابن ماجہ، ۳۵۰/۳ (کتاب الادب، باب ۵۷: الاستغفار)، حدیث ۳۸۱۴ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

اناکنا لنعد لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم فی المجلس یقول: ربِّ اغْفِرْلِیْ وتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ' مائۃ مرۃ

ہم لوگ ایک مجلس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا رب اغفرلی آخر تک کا ایک سو مرتبہ پڑھنا شمار کرتے تھے۔

پوری حدیث اس طرح ہے: ۴-

عن بلال بن یسار بن زید عن ابیہ عن جدہ رضی اللّٰہ عنہ' عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم انہ قال من قال اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ الَّذِیْ لَااِلٰہَ اِلَّا ھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ غفرلہ' وان کان فرّمن الزحف

حضرت بلال بن یسار بن زید اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ کلمہ: استغفراللہ.... تک پڑھے۔ تو اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں' خواہ وہ جنگ سے بھاگا ہو'

البتہ اس حدیث میں یہ الفاظ نہیں ملے' کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان الفاظ کو ۱۰۰ مرتبہ پڑھا کرتے تھے....

○ ☆ ○

باب ۱۶

در قصرِ امل

۸۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک مرتبہ پیشاب کیا اور فوراً تیمّم کرلیا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ پانی قریب ہی ہے فرمایا: مجھے کیا پتہ میں پانی تک پہنچ سکوں گا یا نہیں'(۱)۔

۸۵۔ ابن ابی الدُّنیا میں حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے ایک باندی ایک سو دینار کے عوض ایک ماہ کے ادھار پر خریدی، آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا: اسامہؓ کتنی لمبی امید رکھتا ہے، مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں آنکھ جھپکتا ہوں، تو مجھے یہ امید نہیں ہوتی، کہ میری پلکیں میری موت سے قبل باہم مل جائیں گی یا نہیں، اور میں جب ان کو کھولتا ہوں، تو یہ امید نہیں ہوتی کہ مرنے سے قبل آنکھ بند کرسکوں گا یا نہیں؟ اور میں منہ میں لقمہ ڈالتا ہوں، اور یہ امید نہیں رکھتا کہ حلق سے نیچے اتارسکوں گا یا نہیں۔ اے اولاد آدم! اگر تمہارے اندر عقل ہو، تو تم خود کو مردہ سمجھو، مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ جلد آنے والی ہے، اور تم (اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو،..... (مسند ابن ابی الدنیا)۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ احمد بن حنبل، مسند، ۲۸۸/۱، ۳۰۳؛ البغوی، شرح السنہ، ۲۳۲/۱۴

(کتاب الرقاق' باب قصرالامل) حدیث ۴۰۳۱۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:
عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما؟ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کان یھریق الماء فیتیمم بالتراب فاقول یارسول اللّٰہ ان الماء منک قریب فیقول مایدرینی لعلی لاابلغہ۔۔۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے' فرماتے ہیں' کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم' پانی (استنجا وغیرہ کرتے ہوے) بہا دیتے اور (فوراً ہی) مٹی کے ساتھ تیمّم کرلیتے' میں عرض کرتا: یارسول اللہ پانی آپ کے قریب ہی ہے' آپ فرماتے: ہوسکتا ہے کہ میں وہاں تک نہ پہنچ پاؤں۔

۲۔ ابن ابی الدنیا۔

ان روایات کے ساتھ ساتھ اس عنوان پر چند اور احادیث بھی کتب حدیث و سیرت میں ملتی ہیں:

۸۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خطّ النبیؐ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم خطوطاً فقال ھذاالامل و ھذا اجلہ فبنیما ھوکذالک اذجاءہ الخط الاقرب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چند لکیریں کھینچیں اور فرمایا: یہ (انسان کی) امید اور یہ اس کی موت ہے' وہ ابھی اسی اثنا میں ہوتا ہے' کہ اسے کوئی اور قریبی لکیر آلیتی ہے۔
(البخاری' ۱۱/۲۶۳ ، کتاب الرقاق' باب ۴: فی الامل و طولہ' حدیث ۶۴۱۸۔

۸۷۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم ہمارے قریب سے گذرے' اس وقت میں اور میری والدہ کسی شے پر مٹی سے لپائی کررہے تھے' آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! یہ کیا ہے' میں نے عرض کیا: کسی شے کی مرمت کررہے ہیں' فرمایا: (موت کا) معاملہ اس سے بھی جلدی ہے' (البخاری' ۱۱/۲۳۳' کتاب الرقاق' باب ۳' حدیث ۶۴۱۶؛ احمد بن حنبل' مسند' ۲/۲۴' ۴۱؛ الترمذی' ۴/۵۶۷' کتاب الزھد' باب ۲۵: ماجاء فی قصرالامل' حدیث ۲۳۳۳؛ ابن ماجہ' ۲/۵۷۰' کتاب الزھد' باب مثل الدنیا' حدیث ۴۱۱۴)

○ ☆ ○

حوالہ جات و حواشی

۱۔ یہ حدیث صحیح مسلم (۲۰۵/۴، کتاب الذکر، باب ۱۲: استحباب الاستغفار، حدیث ۲۷۰۲(۴۱)) میں حضرت الاغر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں ملتی ہے:

انہ لیغان علی قلبی وانی لستغفر اللّٰہ فی الیوم مائۃ مرۃ، یعنی میرے دل پر پردہ آجاتا ہے اور میں دن میں ایک سو بار استغفار کرتا ہوں۔ مسلم ہی کی ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں: یٰایّھا الذین آمنوا توبوا الی اللّٰہ فانی اتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ، یعنی اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اور میں دن میں ایک سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

۲۔ البخاری، ۱۰۱/۱۱ (کتاب الدعوات، باب ۳: استغفار النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)، حدیث ۶۳۰۷، بروایت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ۔ الفاظ یہ ہیں، واللّٰہ انی لاستغفر اللّٰہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ، یعنی بخدا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

۳۔ احمد بن حنبل ۲۱/۲؛ ابوداود، السنن ۱۷۸/۲ (کتاب الصلاۃ، باب ۳۶۱: فی الاستغفار)، حدیث ۱۵۱۶؛ ابوعیسیٰ الترمذی، السنن، ۴۹۴/۵ - ۴۹۵ (کتاب الدعوات، باب ۳۶: مایقول اذا قام من المجلس)، حدیث ۳۴۳۴۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، ابن ماجہ، ۴۵۰/۳ (کتاب الادب، باب ۵۷: الاستغفار)، حدیث ۳۸۱۴ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

باب ۱۷

زہد (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی)

۸۸۔ امام ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے اور ابن سعد اور ابن حبان نے حضرت ابوامامہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے' کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے تمام صحرائے مکہ کو سونے کا بنا کر پیش کیا گیا' میں نے عرض کیا: اے پروردگار میں چاہتا ہوں' کہ ایک دن بھوکا رہوں' تاکہ تیرے سامنے دعا وتضرع کروں' اور دوسرے دن شکم سیر ہوں' تاکہ تیرا شکر اور تیری تعریف کروں۔(۱)

۸۹۔ امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"مجھے یہ بات (بھی) پسند نہیں ہے کہ احد پہاڑ سونے کا بن جائے اور میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں' اور (میں چاہتا ہوں کہ) جس دن میری وفات ہو' میرے گھر میں دو دینار بھی نہ موجود ہوں' مگر ادائے قرض کے لیے (۲)

۹۰۔ مسند بزاز میں حضرت زیدؓ بن ارقم سے روایت ہے:

حضرت ابوبکرؓ نے ایک دن پانی مانگا' کسی شخص نے شہد کا شربت بنا کر' ان کی خدمت میں پیش کردیا۔ حضرت ابوبکرؓ اسے دیکھ کر رو دیئے' جب وہ اس سے فارغ ہوے۔ تو میں نے پوچھا اے خلیفہؓ رسول! آپ اتنا کیوں روئے' فرمایا کہ یہ واقعہ یاد آگیا۔ کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم کسی شے کو خود سے دور فرمارہے ہیں' مگر
میں کسی ایسی شے کو نہیں دیکھ پا رہا تھا' میں نے عرض کیا
یارسول اللہ وہ کونسی شی ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ
اسے خود سے دور فرمارہے ہیں؟ فرمایا: دنیا میری طرف
آرہی ہے اور میری جانب اپنے ہاتھ بڑھارہی ہے' یعنی وہ
چاہتی ہے کہ وہ میرے نزدیک آئے' مگر میں اسے کہہ رہا
ہوں' کہ دور ہٹ' مجھے اس نے کہا پھر تو خبردار ہوجا کہ پھر
تو مجھے نہیں پائیگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ شربت مجھ پر
گراں گذرا ہے۔۔۔ اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ
میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کروں اور مجھے
دنیا آن لے (۳).

۹۱۔ مسند حبان میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیے ایک
تکیہ بنایا جس میں کھجور کی چھال کی روئی بھردی' آپ نے
فرمایا: اے عائشہ مجھے دنیا سے کیا سروکار! میرا حال اس شخص
کی طرح ہے' جو کسی درخت کے نیچے کچھ دیر ستانے کے
لیے ٹھہرا' تاکہ ذرا دوپہر ڈھل جائے اور پھر وہاں سے کوچ
کرجائے اور دوبارہ کبھی لوٹ کر نہ آئے (۴)

۹۲۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے گھروالوں کے ساتھ
کئی کئی دن اس طرح گذارتے تھے کہ گھر کھانے کو کچھ نہیں
ہوتا تھا اور اکثر جو پر گذر بسر ہوتی تھی (۵)

۹۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ:

ایک دن میں آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے پہلو پر' بوریئے کا نشان پڑا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا' یارسول اللہ اگر آپ نرم بستر پر لیٹتے تو بہتر تھا' فرمایا: ہمارا دنیا سے کیا واسطہ! ہماری مثال تو اس مسافر جیسی ہے جو کسی صحرا سے گذر رہا ہو اور کسی درخت کے نیچے تھوڑی دیر ستانے کے لیے بیٹھ جائے' اور پھر اسے چھوڑ کر روانہ ہوجائے۔(٦)

۹۴۔ تقی بن مخلد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک دن حضرت عمر فاروقؓ میرے پاس تشریف لائے' اس وقت کھانا تیار تھا' میں نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا' انہوں نے ایک لقمہ لیا اور فرمایا: اس میں سے میں گھی کا ذائقہ محسوس کررہا ہوں' فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں نے بازار میں پلے ہوئے جانور کا (چربی والا) گوشت مہنگا دیکھا تو میں نے ایک درھم کے عوض جانور کا گوشت (چربی کے بغیر والا) خرید لیا اور ایک درھم کا روغن (گھی) خرید کر اس میں ڈال لیا ہے۔' فرمایا یہ دونوں اشیاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاں کبھی ایک ساتھ جمع نہیں ہوئیں' آپ نے ایک کو کھالیا اور دوسری شے کو صدقہ کردیا(٧)۔

۹۵۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا ہے' فرماتی ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاں کبھی چھلنی نہیں رہی اور آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کبھی چھنے

ہوے آٹے کی روٹی نہیں کھائی۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر جو
کے آٹے کو صاف کیسے کرتے تھے' حضرت عائشہؓ نے جواب
دیا کہ اس پر میں پھونک مار دیتی تھی(۸).

۹۶۔ احمد بزاز حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:
نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھر میں تین تین ماہ
گذر جاتے تھے اور آگ نہیں روشن ہوتی تھی' پوچھا گیا کہ
پھر گذر بسر کیسے ہوتی تھی؟ فرمایا: پانی اور کھجور پر۔(۹)۔

○ ☆ ○

حوالہ جات و حواشی

۱۔ قاضی عیاض' الشفاء' ۲۷۹/۱ ۔ ۲۸۰ (الفصل الثانی والعشرون' الزهد فی الدنیا)' بحوالہ الترمذی' حدیث کی عبارت حسب ذیل ہے:

وقال لی عرض علی ان یجعل لی بطحاء مکة ذهبا فقلت لایارب اجوع یوماً واشبع یوماً فاماالیوم الذی اجوع فیه فاتضرع الیک وادعوک واماالیوم اشبع فیه فاحمدک واثنی علیک (ترجمہ حسب متن)

۲۔ البخاری' ۲۲۸/۱۱' مسلم (کتاب الزکاة' باب ۸: تغلیظ عقوبہ من لایودی الزکاة)' حدیث ۹۰۱۔ اس کی تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ مثلا (مسند احمد بن حنبل' در مسند عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قاضی عیاض (الشفاء' ۲۸۰/۱) نے بھی اس سے ملتی جلتی روایت نقل کی ہے جس میں ہے:

ان جبریل نزل علیه فقال له ان الله تعالی یقرئک السلام و یقول لک اتحب ان اجعل هذا	حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس تشریف لائے' اور عرض

الجبال ذهبا و تکون معک حیثما کنت فاطرق ساعة ثم قال یا جبریل ان الدنیا دار من لا دارلهٗ ومال من لا مال لهٗ قد یجمعها من لا عقل لهٗ

کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے ہیں' اور یہ فرمایا ہے کہ کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ یہ پہاڑ سونے کا بنا کر آپ کے ہمراہ کردیا جائے' کہ جہاں آپ جائیں آپ کے ہمراہ رہے۔ آپ نے کچھ دیر سوچا اور پھر فرمایا اے جبریلؑ یہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو' اور اس کا مال ہے جس کو کوئی مال نہ ہو اور اسے وہی جمع کرتا ہے' جس میں عقل نہ ہو" (نیز دیکھیے مشکوٰۃ' ۲/۴۹۵' حدیث ۴۹۸۱

(۵۷)

۳- مسند بزاز۔

۴- مسند ابن حبان ۔

اس حدیث کی تائید دیگر کئی روایات سے ہوتی ہے' مثلاً اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے:

ان،کان فراش رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ الذی ینام علیہ من ادم حشوہ لیف

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بستر میں جس پر آپ آرام فرماتے تھے' اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی.

مسلم' (کتاب اللباس)' حدیث ۲۰۸۲؛ الترمذی (کتاب اللباس' حدیث

۱۷۶۱)' ابوداؤد حدیث ۴۱۴۷۔

اسی طرح ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا:

آپ کے گھر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟ فرمایا: کھردرا اونی' ہم اسے دوہرا کردیتے اور آپ اس پر سوجاتے تھے' ایک دن میں نے دل میں کہا' اگر میں اس کی چار تہیں کردوں' تو آپ کے لیے زیادہ نرم ہوجائیگا' چنانچہ میں نے اس کی چار تہیں کردیں' جب صبح ہوئی تو آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: رات تم نے میرے نیچے کیسا بچھونا بچھایا تھا؟ فرماتی ہیں کہ ہم نے عرض کیا' کہ وہ آپ کا معمول کا بستر تھا' البتہ ہم نے اس کی چار تہیں کردی تھیں' تاکہ وہ آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہو' فرمایا اسے سابقہ حالت پر لوٹا دو' اس لیے کہ اس کے آرام دہ ہونے نے مجھے رات کی نماز سے روک دیا (الترمذی' الشمائل' ص ۱۸۸' حدیث ۳۱۲).

۵۔ الترمذی' السنن' ۵۸۰/۴ (کتاب الزُّھد' باب ۳۸: ماجاء فی معیشة النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم' حدیث ۲۳۶۰' حدیث کی عبارت حسب ذیل ہے:

قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یبیت اللیالی المتتابعة طاویا واھلہ لایجدون عشاء" وکان اکثر خبزھم خبزالشعیر	۔۔۔۔۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کئی کئی مسلسل راتیں خالی شکم اس طرح گذارتے تھے' کہ آپ کے پاس رات کا کھانا نہیں ہوتا تھا' اور آپ کا اکثر کھانا جو کی روٹی تھی۔۔۔

(بقول امام ترمذی یہ حدیث

صحیح ہے).

بقول قاضی عیاض (الشفاء ۱/۲۸۱)، یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ کے علاوہ حضرت ابوامامہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی مروی ہے.

احمد بن حنبل، مسند، ۱/۲۹۱؛ الترمذی، السنن، ۴/۵۸۸ (کتاب الزُّھد، باب ۴۴)، حدیث ۲۳۷۷، (حدیث حسن صحیح)؛ ابن ماجہ، السنن، ۲/ ۵۷۳ (کتاب الزھد، باب ۳: مثل الدنیا)، حدیث ۴۱۰۹؛ الحاکم: المستدرک، ۴/۳۱۰ (کتاب الرقاق)؛ البغوی، شرحُ السُّنۃ، ۱۴/۲۳۶، حدیث ۴۰۳۴، حدیث کی عبارت حسب ذیل ہے:

عن ابن مسعود، رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم نام علی حصیر فقام و قد اثّر فی جسدہ فقال ابن مسعود یارسول اللّٰہ لوامرتنا ان نبسط لک ونعمل فقال مالی وللّٰہ وما انا الا کراکب استظل تحت شجرۃ ثم راح وترکھا

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک دن ایک چٹائی پر آرام کے لیے لیٹے، جب آپ اٹھے تو آپ کے جسم پر نشان پڑے ہوئے تھے، ابن مسعودؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر آپ اجازت دیں، تو ہم آپ بستر بچھا دیں اور نرم کردیں، فرمایا میری اور دنیا کی مثال تو اس مسافر کی سی ہے جو کچھ دیر ستانے کے لیے کسی درخت کے نیچے اترا کچھ دیر آرام کیا اور پھر اٹھ کر چل دیا

۷۔ مسند تقی بن مخلد، بحد فہرست۔

۸۔ احمد بن حنبل، مسند، (درمسند عائشہ رضی اللہ عنہا)، نیز دیکھیے الترمذی (۵۸۱/۴ (کتاب الزہد، باب ۳۸)، حدیث ۲۳۶۴ جہاں اس سے ملتی جلتی حدیث ہے جس کا مضمون اس طرح ہے:

عن سهل بن سعد قيل له اأكل رسول الله صلى الله عليه وسلم النقي، يعنى الحوارى فقال سهل مارأى رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم النقي، حتى لقى الله فقيل له هل كانت لكم مناخل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ماكانت لنا مناخل قيل فكيف كنتم تصنعون بالشعير قال كنا ننفخه، فيطير منه ماطار ثم نثريه فنعجنه

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید روٹی کبھی دیکھی ہے؟ فرمایا آپ نے کبھی نہیں دیکھی (کھانا تو دور کی بات ہے)، پوچھا گیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چھلنیاں ہوتی تھیں؟ انہوں نے کہا، کہ نہیں، پوچھا گیا کہ پھر تم لوگ جو کام کیا کرتے تھے؟ فرمایا: ہم اس میں پھونک مارتے تھے جو اڑنا ہوتا اڑ جاتا، باقی کو ہم پھیلا دیتے اور پھر آٹا بنا لیتے تھے۔

۹۔ یہ حدیث بخاری (۲۵۱/۱۱) اور صحیح مسلم (حدیث ۲۹۷۲) میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے: کہ ام المومنینؓ نے حضرت عروہ بن زبیرؓ سے فرمایا: بخدا اے میرے بھانجے ہم ایک چاند پھر دوسرا چاند پھر تیسرا چاند دو مہینوں میں تین چاند دیکھ لیتے تھے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھروں میں آگ روشن نہیں ہوتی تھی، فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا: اے خالہ پھر تمہارا گذارہ کیسے ہوتا

تھا' فرمایا: کھجور اور پانی پر (نیز النووی: ریاض الصالحین' ص ۲۵' حدیث ۴۹۲ (۲).

○ ☆ ○

باب ۱۸

کلام و سکوت نبویؐ

۹۷۔ شمائل ترمذی اور سنن بیہقی میں حضرت ھند بن ابی ہالہ سے مروی ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بلا ضرورت بات نہ فرماتے تھے اور زیادہ تر خاموش رہتے"(۱)

۹۸۔ اس طرح کی ایک روایت مسند احمد بن حنبل میں حضرت جابرؓ بن سمرہ سے مروی ہے (۲)

۹۹۔ ابوبکر بن ابی خثیمہ حضرت ابوالدرداء (۳) سے نقل فرماتے ہیں کہ:

انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مسکراہٹ کے بغیر کبھی گفتگو کرتے ہوئے نہیں دیکھا(۴)

۱۰۰۔ بخاریؒ و مسلمؒ اور ترمذیؒ حضرت عائشہؓ سے اسی طرح ابو داؤدؒ حضرت جابر بن سمرہ سے روایت فرماتے ہیں کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمہاری طرح بات چیت نہ فرماتے تھے' بلکہ آہستہ آہستہ گفتگو فرماتے اور ہر ایک لفظ کو الگ الگ ادا فرماتے کہ جسے ہر شخص' جو مجلس میں موجود ہوتا' یاد رکھ سکتا تھا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص آپ کے کلمات گننا چاہتا تو گن سکتا تھا(۵)

۱۰۱۔ اس طرح ابوبکر شافعیؒ حضرت ابوامامہؓ سے اور ابو سعید نیشا پوری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امام احمد بن حنبل اور امام بخاری حضرت انسؓ بن مالک سے نقل فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر ایک لفظ کو تین بار ادا فرماتے تاکہ لوگ آپ کی باتوں کو یاد رکھ سکیں۔

۱۰۲۔ امام ترمذی و امام نسائی نے حضرت عائشہ اور ام سلمہؓ سے روایت کی ہے

کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو ہر بات کو تین تین بار دہراتے تھے (٦).

حوالہ جات و حواشی

١۔ البیہقی، دلائل النبوۃ (١/٢٨٧، باب حدیث ھند بن ابی ہالہ فی صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، الفاظ حدیث یہ ہیں: لایتکلم فی غیر حاجۃ طویل السکتہ... وفی روایۃ العلوی السکوت (نیز الترمذی: الشمائل)، ص ١٩٢، حدیث ٢١٩۔ (ترجمہ حسب متن)

٢۔ احمد بن حنبل، (در مسند جابر بن سمرہ)۔
اس کے علاوہ احمد بن حنبل (٤/١٩٠ ـ ١٩١) اور امام ترمذی (٥/٦٠١، کتاب المناقب، باب ١٠، حدیث ٣٦٤١) میں روایت ہے، کہ راوی فرماتے ہیں: مارایت اکثر تبسُّماً من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا).

٣۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا نام عویمر اور والد کا نام عامرانصاری خزرجی تھا، مگر وہ اپنی بیٹی دَرْداء کی نسبت سے معروف ہوئے، اپنے خاندان میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا، قرآن کریم کے مشہور قاری اور حفاظ میں سے تھے، ٣٢ء میں انتقال فرمایا (الاصابہ، ٤/ ٥٩)، آپ سے ٢٨١ احادیث مروی ہیں (ابن حزم، ص ٢٧٧).

٤۔ اس مضمون کی کئی روایات امام ترمذیؒ نے شمائل میں بھی نقل کی ہیں، مثلاً عبداللہ بن الحارث بن الجزاء فرماتے ہیں:
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا (ص ١٣٦، حدیث ٢١٧)۔ اسی طرح حضرت جریرؓ بن

عبداللہ البجلی فرماتے ہیں "میں جب سے مسلمان ہوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے ملاقات سے کبھی نہیں روکا اور آپ نے جب بھی مجھے دیکھا تو ضرور مسکرائے (ص ۱۳۷' حدیث ۲۲۰).

۵- دیکھیے البخاری' ۳۵۶۷/۶ (کتاب المناقب' باب ۲۳: صفۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)' حدیث ۳۵۶۸ و حدیث ۳۵۶۷ و مسلم' ۱۹۴۰/۴ (کتاب فضائل الصحابہ' باب ۳۵: منْ فضائل ابی ھریرہ الدوسی رضی اللّٰہ عنہ) حدیث ۲۴۹۳ (۱۶۰)' و ۲۲۹۸/۴ (کتاب الزھد' باب ٦): حدیث ۲۴۹۳ (۷۱)' حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم لم یکن یسرد الحدیث کسردکم کان یحدث حدیثا لو عدّہ العاد لاحصاہ....

٦- الترمذی السنن' (کتاب المناقب)' حدیث ۳٦۴۴ و (کتاب الاستئذان)' حدیث ۲۷۲۴ و البخاری' (کتاب العلم و کتاب الاستئذان)..... نیز الترمذی' الشمائل' ص ۱۳۴' حدیث ۲۱۴' الفاظ حدیث یہ ہیں:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یعید الکلمۃ ثلاثا لتعقل عنہ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی بات کو تین مرتبہ دہراتے تھے' تاکہ آپ کی بات سمجھ لی جائے.

○ ☆ ○

باب ۱۹

در ہیبت نبویؐ

۱۰۳۔ شمائل ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

جو شخص بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اچانک دیکھتا تھا وہ دہشت زدہ ہوجاتا تھا اور جو شخص آپؐ سے میل جول رکھتا تو وہ آپ سے محبت کرنے لگ جاتا تھا(۱)

۱۰۴۔ کتب حدیث میں اس مضمون کی کئی روایات مروی ہیں کہ:

حضرات صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مجلس میں آپ کی فرط ہیبت سے اس طرح خاموش اور سر جھکا کر بیٹھتے تھے کہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور کئی لوگوں پر لرزہ طاری ہوجاتا تھا (۲).

۱۰۵۔ امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب مسجد میں تشریف لاتے تھے تو کوئی شخص فرط ہیبت سے آپ کی طرف سر اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا سوائے ابوبکرؓ و عمرؓ کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کی طرف دیکھ کر اور یہ حضرات آپ کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے تھے (۳).

۱۰۶۔ امام بیہقی نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ شے دروغ گوئی تھی(۴).

حوالہ جات و حواشی

۱۔ الترمذی: السنن، (کتاب المناقب)، حدیث ۳۶۴۲؛ الترمذی: الشمائل، ص ۲۱، حدیث ۶، الفاظ حدیث یہ ہیں: من راه بداهةً هابه ومن خالطه معرفةً احبه، (ترجمہ حسب متن).

۲۔ الترمذی، الشمائل، ص ۱۹۹، حدیث ۳۳۴.... یہ حدیث حسن بن علی اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں، الفاظ حدیث یہ ہیں:

واذا تکلم اطرق جلساؤه کانّما علی رؤ وسهم الطیر فاذاسکت تکلّموا	جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کلام فرماتے، تو صحابہ کرام اپنی گردنیں اس طرح جھکا کر بیٹھ جاتے، جیسے گویا ان کے سروں پر پرندے ہوں، جب آپ خاموش ہوتے تو تب صحابہ کرام باہم گفتگو اور بات چیت کرتے.

۳۔ الترمذی، ۵/۲۱۶ (کتاب المناقب، باب ۱۶، فی مناقب ابی بکر، حدیث ۳۶۶۸ (امام ترمذی فرماتے ہیں: ہم اس حدیث کو الحکم بن عطیہ کی روایت کے سوا نہیں جانتے، جبکہ بعض علماء نے الحکم بن عطیہ کے متعلق کلام کیا ہے)، ابن عدی، الکامل، ۲/۶۲۳ (ترجمہ الحکم بن عطیہ)، البغوی شرح السنۃ، ۱۴/۱۰۳، حدیث ۳۸۹۸.... حدیث کی عبارت اس طرح ہے: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم اذا دخل المسجد لم یرفع احد راسه، غیرابی بکر و عمر کا نایتبسما الیه و یتبسم الیهما.... (ترجمہ حسب متن).

۴۔ البیہقی، دلائل النبوّۃ.

○ ☆ ○

باب ۲۰

در عبادت نبویؐ

۱۰۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نزدیک تمام اعمال میں سے درست ترین عمل وہ تھا جس پر ہمیشگی اختیار کی جائے' خواہ وہ عمل کم ہی ہو(۱).

۱۰۸۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل ترمذی میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تہجد میں اتنا لمبا قیام فرماتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوجھ جاتے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں' جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرمانے کا اعلان کردیا ہے۔ آپ نے فرمایا "کیا پھر میں اس کا شکرگزار بندہ نہ بنوں(۲).

۱۰۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ایک رات میں اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات کے وقت سویا۔ میں تکیہ کے عرض(چوڑائی) پر سر رکھ کر لیٹا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہؓ اس کی لمبائی والی جانب سر رکھ کر سوئے' جب نصف شب کا یا کم و بیش وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر سے اٹھے۔ آپ نے اپنی دونوں آنکھوں کو نیند مٹانے کے لیے ملا اور سورۃ آل عمران کی آخری آیات (آخری رکوع) پڑھیں اور پھر آپ نے وضو کیا اور نماز شروع کردی' میں بھی وضو کرکے آپ کی بائیں جانب کھڑا ہوگیا۔ آپ نے میرا کان پکڑ کر مجھے دائیں طرف کھڑا کردیا۔ پھر آپ نے دو دو رکعت کرکے بارہ رکعات ادا کیں اور پھر وتر پڑھے۔ اس کے بعد آپ بستر پر لیٹ

گئے۔ جب اذان کی آواز آئی تو آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپ گھر سے برآمد ہوئے اور آپ نے فجر کی نماز پڑھائی(۳)۔

۱۱۰۔ انہی سے دوسری روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نماز تہجد کی تیرہ رکعات ادا فرماتے تھے(۴)۔

۱۱۱۔ اسی طرح اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رات کے وقت نماز تہجد چھوٹ جاتی' تو آپ دن کے وقت بارہ رکعات ادا فرماتے تھے(۵)۔

۱۱۲۔ امام ترمذیؒ نے شمائل ترمذی میں حضرت زید بن خالد الجہنیؓ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا' آپ (نماز تہجد) کے شروع میں دو رکعت ہلکی پڑھتے' پھر دو رکعت بہت لمبی ادا فرماتے' پھر دو رکعت اس سے کم لمبی ادا فرماتے اور اس کے بعد دو رکعت اس سے چھوٹی' پھر دو رکعت اس سے چھوٹی' پھر دو مزید رکعت اس سے قدرے چھوٹی اور پھر دو رکعت اس سے ہلکی پڑھتے۔ بعد ازاں ایک رکعت وتر ادا فرماتے۔

۱۱۳۔ اسی طرح ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ ادا نماز نہیں فرماتے تھے' پہلے چار رکعت ادا فرماتے ان کی خوبصورتی اور طوالت کا کچھ نہ پوچھیے پھر چار رکعت ادا فرماتے۔ ان کی طوالت اور خوبصورتی کا کچھ نہ پوچھیے اور پھر تین رکعت ادا فرماتے تھے(۷)

۱۱۴۔ انہی سے مروی ہے کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نو رکعات ادا فرماتے تھے(۸)۔

۱۱۵۔ حضرت حذیفہؓ بن یمان سے مروی ہے کہ:

ایک رات انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کی جب آپ نے نماز شروع کی تو آپ نے فرمایا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ذُوالْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْعَظْمَۃِ — اللہ سب سے بڑا ہے جو ملکوت اور جبروت اور کبریائی اور عظمت والا ہے۔

پھر پہلی رکعت میں آپ نے سورۂ بقرہ پڑھی' پھر آپ نے قیام کی طرح لمبا رکوع کیا' جس میں آپ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہے' پھر آپ نے رکوع کی طرح قومہ کیا اور فرمایا: وَلِرَبِّیَ الْحَمْدُ (اور تمام حمد میرے پروردگار کے لیے ہے)' اس کے بعد آپ نے سجدہ کیا جو قیام ہی کی طرح طویل تھا جس میں آپ فرمارہے تھے' سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (پاک ہے میرا پروردگار بہت بلند)۔ پھر آپ نے سر اٹھایا اور جلسہ کیا' جو سجدہ کی طرح ہی طویل تھا۔ اور فرمایا رَبِّ اغْفِرْلِیْ رَبِّ اغْفِرْلِیْ (اے اللہ مجھے بخش دے' اے اللہ مجھے بخش دے)۔ اسی طرح آپ نے ۴ رکعتیں پڑھیں ان میں اور سورۂ بقرہ' آلِ عمران' سورۂ مائدہ یا سورۂ انعام کی تلاوت فرمائی(۹).

۱۱۶۔ اسی طرح چار رکعت میں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کو پڑھنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حضرت عوفؓ بن مالک نے بھی روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب کسی رحمت والی آیت پر پہنچتے تو ٹھیر جاتے اور اس کا سوال کرتے اور جب کسی عذاب والی آیت پر پہنچتے تو ٹھیر جاتے اور اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ مانگتے (۱۰).

۱۱۷۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام رات قیام فرماتے تھے اور (کبھی کبھار) ایک آیت بار بار تمام رات پڑھتے رہتے تھے(۱۱).

۱۱۸۔ ابن ابی شیبہؒ، احمد النسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام رات ایک آیت بار بار پڑھتے رہے اور رکوع، سجدہ، قیام اور قعدہ میں بھی وہی آیت دہراتے رہتے جو یہ ہے:

اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے، تو بیشک تو غالب ہے، حکمت والا ہے)(۱۲) جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ تمام رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے، آپؐ نے فرمایا: میں اپنی اُمَت کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں شفاعت کررہا تھا، جوانشاءاللہ ان لوگوں کو ضرور پہنچے گی جو مشرک نہیں ہیں۔ میں نے عرض کیا کیا جواب ملا؟ فرمایا کہ وہ جواب ملاکہ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے تو وہ عمل کرنا چھوڑ دیں۔ میں نے کہا: کیا یہ بات لوگوں کو بتادوں؟ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں بتا دو، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بول پڑے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! اس صورت میں لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں گے، لہٰذا آپ نے مجھے واپس بلا بھیجا اور اس سے روک دیا۔

۱۱۹۔ امام ترمذی الشمائل میں نماز کے ذکر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صبح کے وقت، جب سورج اتنا بلند ہوجاتا جتنا کہ شام کو عصر کے وقت افق مغرب سے بلند ہوتا ہے، دو رکعات ادا فرماتے اور جب اتنا بلند ہوتا جتنا ظہر کے وقت افق مغرب سے بلند ہوتا ہے تو آپ ۴ رکعت ادا فرماتے اور ظہر سے پہلے بھی ۴ رکعتیں ادا فرماتے تھے اور فرضوں کے بعد دو مزید رکعتیں اور عصر سے پہلے چار رکعتیں ادا فرماتے (۱۳)۔

۱۲۰۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی

اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں ادا فرماتے تھے اور اس کے بعد بھی دو رکعتیں اور مغرب اور عشاء کے بعد دو دو رکعتیں ادا کرنے کا معمول تھا(۱۴)

۱۲۱۔ اسی طرح کی روایت حضرت عبداللہ بن شقیقؒ سے (بھی) مروی ہے جس کے مطابق فجر سے پہلے دو رکعت پڑھنے کا بھی ذکر ہے(۱۵).

۱۲۲۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ چاشت کی چھ رکعتیں ادا فرماتے تھے۔ جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا اس دن آپؐ نے حضرت ام ھانیؓ کے گھر جاکر آٹھ رکعتیں، چاشت کے نوافل کے طور پر، ادا فرمائیں(۱۶).

۱۲۳۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم زوال سے متصل بعد ۴ رکعتیں ادا فرماتے تھے(۱۷).

۱۲۴۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم زوال سے متصل بعد ۴ رکعتیں ادا فرماتے تھے(۱۸).

۱۲۵۔ حضرت عبداللہ بن سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضور نے فرمایا:

میرے نزدیک اپنے گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ سوائے فرض نماز کے(۱۹).	لان اصلی فی بیتی احبّ الیّ من ان اصلّی فی المسجد الا ان تکون صلاۃ مکتوبۃً....

۱۲۶۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ آپؐ ہر ایک لفظ اور ہر ایک حرف کو علیحدہ علیحدہ کرکے ادا فرماتے تھے اور ہر آیت پر وقف کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ سورۃ فاتحہ میں سات بار وقف فرماتے تھے(۲۰).

۱۲۷۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الفاظ کو لمبا کرکے ادا فرماتے تھے(۲۱).

۱۲۸۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم کبھی تو اونچی آواز سے پڑھتے اور کبھی آہستہ آواز سے' یعنی نماز تہجد میں(۲۲)

۱۲۹۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قرآن کی تلاوت اتنی اونچی آواز سے کرتے کہ کوئی شخص صحن میں ہوتا تو اسے آسانی سے سنائی دیتی تھی' جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواب گاہ میں نماز یعنی تہجد ادا کر رہے ہوتے تھے(۲۳)۔

۱۳۰۔ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی آواز رات کے وقت اپنے گھر میں سنا کرتی تھی' اس وقت میں اپنے گھر کی چھت پر ہوتی تھی(۲۴)۔

۱۳۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھنے شروع کرتے تو اتنے رکھتے تھے کہ یہ گماں کرتا کہ اب کبھی (نفلی) روزے رکھنا نہیں چھوڑیں گے اور جب (نفلی) روزے چھوڑتے تو میں گماں کرتا کہ اب کبھی آپؐ (نفلی) روزے نہیں رکھیں گے(۲۵)۔

۱۳۲۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دو مہینے مسلسل روزے نہیں رکھتے تھے' سوائے شعبان اور رمضان کے(۲۶)۔

۱۳۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی مہینے میں بھی شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے اور شعبان کے مہینے میں اکثر پورے مہینے کے روزے رکھتے تھے' یعنی کبھی کبھار(۲۷)۔

۱۳۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر مہینے میں تینوں ایام بیض (سفید دنوں) کے

روزے رکھتے تھے (یعنی چاند کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کے) اور جمعہ کے دن کم ہی افطار کرتے تھے(۲۸)۔

۱۳۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک مہینے میں ہفتہ' اتوار' پیر کے اور دوسرے مہینے میں منگل بدھ اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے(۲۹)۔

۱۳۶۔ حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر مہینے تین روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے پوچھا کون کون سے؟ فرمایا کہ اس کی آپؐ پروا نہیں کرتے تھے کہ کون سا دن ہے(۳۰)۔

۱۳۷۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے' جب آپؐ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور آپ نے عاشورے کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا' لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو آپؐ نے عاشورے کا روزہ چھوڑ دیا۔ لہٰذا عاشورے کے دن کوئی شخص چاہے تو روزہ رکھے اور چاہے تو نہ رکھے(۳۱)۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ متفق علیہ' بروایت امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ' البخاری' ۱/۱۰۱ (کتاب الایمان' باب ۳۲: احبّ الدین الی اللّٰہ ادومہ) حدیث ۴۳ و مسلم؛ الصحیح' ۱/۵۴۰ ـ ۵۴۱ (کتاب صلاۃ المسافرین' باب (۳۰) فضیلۃ العمل الدائم' حدیث ۷۸۲ (۲۱۵) حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

احب الاعمال الی اللّٰہ تعالیٰ ادومہا وان اقل	اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے محبوب عمل وہ ہے جس پر مداومت اختیار کی جائے اگرچہ وہ کم تر ہی ہو۔

۲۔ بروایت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ' البخاری' ۸/۵۸۴' کتاب التفسیر' تفسیر سورۃ الفتح' باب ۲' آیت ۲' حدیث ۴۸۳۶؛ مسلم ۴۰/ ۲۱۷۱ (کتاب صفات المنافقین' باب ۱۸: اکثار الاعمال والا جتھاد فی العبادۃ)' حدیث ۲۸۱۹ (۷۹)....والترمذی: الشمائل' ص ۱۶۰' حدیث ۲۴۸؛ حضرت ابو ہریرہؓ والی روایت البخاری (صلاۃ اللیل و کتاب الرقاق)' مسلم (صفۃ القیام) ؛ الترمذی' السنن' حدیث ۴۱۲؛ الترمذی الشمائل' ص ۱۶۰ باب ۲۶' حدیث ۲۴۹) میں مروی ہے۔

حدیث کی عبارت حسب ذیل ہے:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یصلی حتی ترم قدماہ قال فقیل لہ اتفعل ھذا و قد جاء ک ان اللّٰہ قد غفرلک ماتقدم من ذنبک وما تأخَّر قال افلا اکون عبداً شکوراً	رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اتنی دیر تک نماز ادا فرماتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوجھ جاتے تھے' فرماتے ہیں کہ آپ سے کہا گیا کہ آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں' جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی نازل فرمائی ہے کہ اس نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ (اگر کوئی ہوں) معاف فرما دیئے ہیں' فرمایا: "کیا پھر میں اللہ تعالیٰ کا شکر

گذار بندہ نہ بنوں"....

۳۔ بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' البخاری' الصحیح' ۱۱/۱۱۶ (کتاب الدعوات' باب ۱۰)' حدیث ۶۳۱۶؛ مسلم' ۱/۵۲۵ ۔ ۵۲۶ (کتاب صلاۃ المسافرین' باب ۲۶: الدعاء فی صلاۃ الیل وقیامہ)' حدیث ۷۶۳ (۱۸۱)' و ۱/۵۳۱ ۔ ۵۳۰' حدیث ۷۶۳ (۱۸۹' ۱۹۱)۔ والترمذی' الشمائل' ص ۱۶۳ (حدیث ۲۵۳) والترمذی' السنن' (کتاب الصلاۃ) حدیث ۴۳۲۔

۴۔ الترمذی ۲/۳۰۴ (کتاب الصلاۃ' باب ۳۲۶) حدیث ۴۴۲ (حدیث حسن صحیح)' نیز دیکھیے مسلم از امّ المومنین حضرت عائشہ (کتاب الصلاۃ) ۱/۵۰۸ (کتاب صلاۃ المسافرین' باب ۱۷) الفاظ حدیث یہ ہیں:....کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یصلّی من اللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ (ترجمہ حسب متن)۔

۵۔ از ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' مسلم' ۱/۵۱۵ (کتاب صلاۃ المسافرین' باب ۱۸: جامع صلاۃ اللیل و من نام عنہ اومرض)' حدیث ۷۴۶ (۱۴۱):

وکان اذا نام من اللیل لو مرض و۔ صلّی من النھار ثنتی عشرۃ رکعۃ (جب آنحضورؐ رات کو سوئے رہتے یا بیمار ہوتے تو آپ دن کے وقت بارہ رکعات قضا فرماتے)۔

۶۔ از زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ' مسلم' ۱/۵۳۱ ۔ ۵۳۲ (کتاب صلاۃ المسافرین' باب ۲۶: الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ)' حدیث ۷۶۵ (۱۹۵)...؛ البغوی' مصابیح السنۃ' ۱/۴۲۴ (کتاب الصلاۃ' باب ۳۰: صلاۃ اللیل)' حدیث ۸۵۳۔

۷۔ از عائشہ رضی اللہ عنہا' مسلم' الصحیح' ۱/۵۰۹ (کتاب صلاۃ المسافرین'

باب ۱۷)' حدیث ۷۳۸ (۱۲۵)؛ الترمذی' ۳۰۳/۲ (کتاب ابواب الصلاۃ' باب ۳۲۵) حدیث ۴۳۹' نیز بخاری و مسلم' الترمذی' الشمائل' ص ۱۶۴' باب ۳۹' حدیث ۲۵۷۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ماکان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم لیزیدفی رمضان ولا فی غیرہ عن احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعہ لاتسأل عن حُسنھن وطولھن ثم یصلی اربعہ لاتسأل عن حسنھن طولھن ثم یصلی ثلاثہ (ترجمہ حسب متن).

۸۔ الترمذی' السنن' ۳۰۴/۲ ۔ ۳۰۵ (ابواب الصلاۃ' باب ۳۲۷)' حدیث ۴۴۳'اس کے علاوہ مسلم' ۵۰۹/۱ ۔ ۵۱۰ (کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا' باب ۱۷)' حدیث ۷۳۸ (۱۲۶) میں بھی نو رکعات پڑھنے کا ذکر آیا ہے.

۹۔ از حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما' احمد بن حنبل' المسند' ۳۹۸/۵ (درمسند خذیفہ رضی اللہ عنہ)؛ ابو داؤد: السنن' ۵۴۴/۱ ۔ ۵۴۵ (کتاب الصلاۃ' باب ۱۵۱: مایقول الرجل فی رکوعہٖ و سجودہٖ)' حدیث ۸۷۴؛ الترمذی' الشمائل المحمدیہ' ص ۱۳۵ ۔ ۱۳۶ (باب ماجاء فی عبادۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم)' حدیث ۲۷۰؛ النسائی' المجتبیٰ من السنن' ۱۹۹/۲ ۔ ۲۰۰ (کتاب ۱۲).

۱۰۔ الترمذی: الشمائل' ص ۱۸۰ باب ۴۲' حدیث ۲۹۶۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

کنت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم لیلۃ	ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ تھا'

فاستاک ثم توضّا ثم قام یصلی فقمت معه فبدأ فلستفتح البقرة فلا یمرّ بایةٍ رحمةٍ الاوقف وسأل ولایمر بآیةِ عذابٍ الا وقف و تعوّذ...(آخر تک)

آپ نے مسواک کی' پھر وضو کیا' پھر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ کھڑا ہو گیا' آپ نے نماز شروع کی' سورۃ البقرہ پڑھی' آپ جب کسی رحمت والی آیت پر سے گذرتے' تو رک کر اس کا سوال کرتے اور جب کسی عذاب والی آیت پر سے گذرتے تو رک کر پناہ مانگتے۔

۱۱۔ دیکھیے اگلی حدیث کی تخریج حاشیہ ۱۳)۔

۱۲۔ از ابو ذرالغفاری رضی اللہ عنہ' ابن ماجہ' ۱/۴۲۴ (کتاب اقامۃ الصلاۃ' باب ۱۷۹)' حدیث ۱۳۴۹' النسائی' کتاب ۱۱ (کتاب الافتتاح' باب ۷۹: تردید الآیۃ ' حدیث ۱۰۰۹.... حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

قام النبی صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم بایةٍ حتٰی اصبح یرددھا والآیة اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ...

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک آیت کے ساتھ کھڑے ہوئے' اور صبح ہونے تک اسے دہراتے رہے اور وہ آیت ہے: ان تعذ بہم.... آخر تک.... آیت سورۃ المائدہ آیت ۱۱۸ (روایت میں مذکور اس سے بعد والا حصہ یہاں موجود نہیں ہے)۔

۱۳۔ الترمذی' الشمائل' ص ۱۶۹' حدیث ۲۷۰؛ نیز الترمذی' السنن (ابواب الصلاۃ) حدیث ۵۹۸ و ابن ماجہ' ۱/۳۶۴ (کتاب اقامۃ

الصلاۃ' باب ۱۰۹)' حدیث ۱۱۶۱) پوری حدیث اس طرح ہے:

حضرت عاصم بن ضمرہ فرماتے ہیں: ہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دن کی نماز کے متعلق پوچھا' تو انہوں نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے' ہم نے عرض کیا کہ ہم میں سے جسے اس کی طاقت ہوگی' وہ پڑھ لیگا۔ فرمایا' جب سورج یہاں (بجانب مشرق) اتنا بلند ہوتا' جتنا عصر کے وقت مغرب کی جانب سے ہوتا ہے' تو آپ دو رکعات ادا فرماتے اور جب سورج یہاں اتنا اونچا ہوتا جتنا کہ شام کو ظہر کے وقت (مغرب سے) ہوتا ہے تو آپ چار رکعات ادا فرماتے اور آپ نماز ظہر سے قبل چار رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعات' نماز عصر سے قبل چار رکعات کہ جن کے درمیان آپ ملائکہ مقرّبین' انبیاء علیہم السلام اور ان کی اتباع کرنے والے مومن مردوں پر سلام کے ساتھ فاصلہ فرماتے تھے' ادا فرماتے۔

۱۴۔ از ابن عمر رضی اللہ عنہما' الترمذی' الشمائل' ص ۱۶۸' والسنن' حدیث ۴۳۳' حدیث کی عبارت حسب ذیل ہے:

حفظت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم ثمانی رکعات: رکعتین قبل الظہر و رکعتیں بعدھا رکعتیں بعد المغرب ورکعتیں بعد العشاء قال ابن عمر حدثتنی حفصة برکعتی الغداة ولم اکن اراھما من النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم...

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے آٹھ رکعات یاد کی ہیں' یعنی ظہر سے قبل اور اس کے بعد دو دو رکعات اور مغرب و عشاء کے بعد دو دو رکعات۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حفصہؓ نے صبح کی دو رکعات کے متعلق بھی بتایا' مگر میں نے انہیں رسول اللہ صلی

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کبھی
پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

۱۵- از عبداللہ بن شقیق، الترمذی، السنن (ابواب الصلاۃ) حدیث ۴۳۶؛ الترمذی، الشمائل، ص ۱۶۸، حدیث ۲۷۰ ۔ الفاظ حدیث یہ ہیں:

عن عبداللّٰہ بن شقیق قال سالت عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا عن صلاۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالت کان یصلی قبل الظہر رکعتین وبعدہا رکعتین وبعدالمغرب رکعتین وبعد العشاء رکعتین و قبل الفجر ثنتین ۔	حضرت عبداللہ بن شقیق لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ظہر سے قبل دو، اور اس کے بعد دو مغرب و عشاء کے بعد دو دو اور فجر سے قبل دو رکعات ادا فرماتے تھے۔

۱۶- الترمذی، الشمائل، ص ۱۷۱، حدیث ۲۷۳.... حدیث کی عبارت حسب ذیل ہے: ان النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کان یصلی الضحی ست رکعات... (ترجمہ حسب متن)، مگر انہی حضرت انسؓ سے سنن ترمذی میں حسب ذیل روایت مروی ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم من صلّی الضحی ثنتی عشرۃ رکعۃ بنی اللّٰہ لہ قصرا من ذہب فی الجنہ (سنن الترمذی، ۲/۳۳۷، حدیث ۴۷۳)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے نماز ضحیٰ بارہ رکعات ادا کی، اللہ تعالی اس کے لیے جنت میں سونے کا ایک محل بنائے گا۔

آخری حصہ' یعنی حضرت ام ہانیؓ کے گھر میں ۸ رکعات ادا کرنے کے ذکر تمام اصحاب سنن نے کیا ہے' (دیکھیے الترمذی' السنن' ۲/ ۳۳۸' حدیث ۴۷۴).

۱۷۔ الترمذی' السنن' ۳۴۲/۲ (ابواب الصلاۃ باب ۳۷۳)' حدیث ۴۷۷۔ عبارت یہ ہے: کان نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یصلی الضحی حتی نقول لاندع وید عہا حتی نقول لایصلی (ترجمہ حسب متن).

۱۸۔ از ابو ایوب' ابوداؤد' السنن' ۵۳/۲ (کتاب الصلاۃ' باب ۲۹۶)' حدیث ۷۰ الفاظ حدیث یہ ہیں

عن النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم قال اربع قبل الظہر لیس فیہن تسلیم تفتح لہن ابواب السّماء	نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز ظہر سے قبل چار رکعات (ادا کرنا) جن میں سلام نہ ہو' ان کے لیے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں.

جبکہ شمائل الترمذی (ص ۱۷۲' حدیث ۲۷۷) میں یہ روایت مفصل ہے:

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کان یدمن اربع رکعات عند زوال الشمس فقلت یا رسول اللّٰہ انک تدمن ہذہ الاربع رکعات عند زوال الشمس فقال ان ابواب السّماء تفتح	حضرت ابو ایوب فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زوال آفتاب کے وقت چار رکعات پر مداومت فرماتے تھے' میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ زوال آفتاب کے وقت

عندزوال الشمس فلا ترتج حتی یصلّی الظھر فاحب ان یصعد لی فی تلک الساعة خیر قلت افی کلھن قراءة قال نعم قلت ھل فیھن تسلیم فاصل قال لا.

چار رکعات پر مداومت فرماتے ہیں' فرمایا: بیشک زوال کے وقت آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور وہ اس وقت تک بند نہیں ہوتے جب تک کہ نماز ظہر نہ پڑھ لی جائے' لہذا میں چاہتا ہوں کہ اس گھڑی میرے لیے کوئی اچھائی کاکام اوپر چڑھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا ان سب میں قرات ہے۔ فرمایا ہاں' پوچھا کیا ان کے درمیان فاصلہ کرنے والی سلام ہے' فرمایا نہیں.

۱۹۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن عبداللّٰہ بن سعد' قال سألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم عن الصلاة فی بیتی والصلاة فی المسجد قال قدنرای ماأقرب بیتی من المسجد فلئن اصلی فی بیتی احب الی من ان اصلی فی المسجد الا ان تکون صلاة مکتوبة.... (الترمذی' الشمائل' ص ۱۷۴' حدیث ۲۸۰).

حضرت عبداللہ بن سعدؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر اور مسجد میں نماز ادا کرنے کے متعلق پوچھا' فرمایا: تجھے معلوم ہے کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے (اس کے باوجود) فرض نماز کے سوا مجھے گھر میں نماز ادا کرنا زیادہ پسند ہے.

حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن سعد انصاری یا القرشی یا الازدی رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت حزام بن حکیم کے چچا تھے - انہوں نے دمشق میں سکونت اختیار کی اور جنگ قادسیہ میں شرکت کی (الاصابہ' ۲/ ۳۱۸).

۲۰- از ام سلمہؓ' ابو داؤد' ۲/۱۵۴ (کتاب الصلاۃ' باب ۳۵۵)' حدیث ۱۴۶۶؛ الترمذی (ابواب الصلاۃ' باب کیف کانت قراءۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم)' حدیث ۲۹۲۴ (حدیث صحیح غریب) والترمذی' الشمائل' ص ۱۸۱ (باب ۴۳)' حدیث ۲۹۷.... الفاظ حدیث یہ ہیں:

عن یعلی بن امیة سأل ام سلمة عن قراءة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم فاذاهی تنعت قراءةً مفسرةً حرفاً حرفاً....

حضرت یعلی بن امیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اُمّ المومنین حضرت ام سلمہؓ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قرائت کے متعلق پوچھا' تو اس وقت انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قرات کی وصف یہ بیان فرمائی کہ وہ ایک ایک حرف الگ الگ ہوتا تھا....

اس روایت کا آخری حصہ دوسری حدیث (حدیث نمبر ۲۹۹ ص ۱۸۱) میں مذکور ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

عن ام سلمة قالت کان النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم یقطع قراء ته یقول الحمد للّٰه ربّ العالمین ثم یقف ثم یقول الرحمان الرحیم ثم یقف وکان یقرا مالک یوم الدین۔

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم قرآن کریم پڑھتے ہوئے فاصلہ کرتے تھے' فرماتے: الحمدللّٰہ رب العالمین' پھر وقف فرماتے' اور پھر پڑھتے:

اَلرَّحمانِ الرَّحِیْمِ' پھر وقف
فرماتے' اور آپ (مَلِکِ یَوْمِ
الدِّیْنِ کے بجائے) مَالِکِ یَوْمِ
الدِّیْنِ پڑھا کرتے تھے.

یہ حدیث سنن الترمذی (حدیث ۲۹۲۸) اور ابوداؤد' (حدیث ۴۰۰۱) میں بھی مروی ہے.

۲۱- البخاری' کتاب فضائل القرآن' ۲۴۱/۶؛ ابوداؤد' ۱۵۴/۲' (کتاب الصلاۃ' حدیث ۱۴۶۵؛ النسائی (کتاب الافتتاح)' حدیث ۱۰۱۵؛ الترمذی' الشمائل' ص ۱۸۱' حدیث ۲۹۸....حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن قتادة قال قلت لانس بن مالک کیف کانت قراءة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم قال مدّا	حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قرات کیسی تھی' فرمایا: الفاظ کو کھینچ کر' (یعنی جتنا تقاضا ہوتا' اس کے مطابق الفاظ کو لمبا فرماتے تھے).

۲۲- الترمذی' الشمائل' ص ۱۸۲ (باب ۴۳)' حدیث ۳۰۰؛ سنن الترمذی' حدیث ۲۹۲۵- حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن عبداللّٰه بن ابی قیس قال سالت عائشه رضی اللّٰه عنها عن قراء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اکان الیسر بالقراءة ام یجهر قالت کل ذالک قدکان یفعل	حضرت عبداللہ بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیا اونچی آواز سے قرات کرتے تھے'

قدکان ء بما استرو ربما جهر فقلت الحمدللہ الذی جعل فی الامر سعۃ"

یا پست آواز سے' فرمایا: دونوں طرح کرتے تھے' کبھی آہستہ اور کبھی اونچی آواز سے' میں نے کہا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے معاملے میں گنجائش رکھی ہے۔

۲۳۔ الترمذی' الشمائل' ص ۱۸۳ (باب ۴۳)' حدیث ۳۰۴؛ ابوداؤد ۲ /۸۱ (کتاب الصلاۃ' باب ۳۱۵)' حدیث ۱۳۲۷؛ مسند احمد' حدیث ۲۲۴۶' حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

کانت قراءۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم ربمایسمعها من فی الحجرة وهوفی البیت

آپ کی قرات اتنی آواز سے ہوتی تھی' کہ اسے حجرے والے لوگ سن سکتے تھے' جبکہ آپ گھر میں نماز ادا کررہے ہوتے.

۲۴۔ الترمذی' الشمائل' ص ۱۸۲ (باب ۴۳)' حدیث ۳۰۱۔ حدیث کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

کنت اسمع قراءة النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و انا علی عریش

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پڑھنے کی آواز اپنی چھت پر سے سنا کرتی تھی.

۲۵۔ الترمذی' الشمائل' ص ۱۷۵ (باب ۴۲)' حدیث ۲۸۲' اس کے علاوہ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی مروی ہے' الفاظ حدیث یہ ہیں:

قال کان یصوم من الشّهر حتی نری انه لایرید ان یفطر منه ویفطر حتی نری انه لایرید ان

فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی مہینے اتنے روزے رکھتے' کہ ہمارا گمان

یصوم منه و کنت لاتشاء ان تراه من اللیل مصلیاً الا رائیته ولا نائما الا رائیتُه نائما...	ہو جاتا کہ آپ اس ماہ میں روزہ نہیں چھوڑیں گے اور روزہ چھوڑ دیتے تھے' یہاں تک کہ ہم یہ گمان کرلیتے کہ آپ اس ماہ میں روزے نہیں رکھیں گے اور تو اگر آپ کو رات کے وقت نماز پڑھتے ہوے دیکھنا چاہتا تو دیکھ سکتا تھا' اور اگر سوتے ہوے دیکھنا چاہتا تو دیکھ سکتا تھا.

۲۶- الترمذی' الشمائل' ص ۱۷۶ (باب ۴۲)؛ الترمذی' السنن' (کتاب الصوم)' حدیث ۷۳۶؛ ابو داؤد' (کتاب الصوم)' حدیث ۲۳۳۶.

حدیث کی عبارت یہ ہے:

مارأیت النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم یصوم شهرین متتابعین الاشعبان و رمضان	میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مسلسل دو مہینے روزے رکھتے ہوے نہیں دیکھا' سوائے شعبان اور رمضان کے.

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

اس حدیث کی سند صحیح ہے' اور یہی بات ابی سلمہ عن ام سلمہ کی روایت کے متعلق بھی کہی جاتی ہے' اس حدیث کو کئی لوگوں نے عن ابی سلمہ عن عائشہ کی سند سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس روایت کو ابو سلمہ (تابعیؒ) نے ام المومنین حضرت عائشہ اور ام سلمہؓ دونوں کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کیا ہو.

۲۷۔ الترمذی، السنن (کتاب الصوم)، حدیث ۷۳۷، الشمائل، ص ۱۷۷، حدیث ۲۸۵۔

حدیث کی عبارت درج ذیل ہے:

لم ار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یصوم فی شھر اکثر من صیامہ للّٰہ من شعبان کان یصوم شعبان الا قلیلا بل کان یصومہ کلّہٗ	میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں اللہ تعالیٰ کے لیے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، شعبان میں آپ سوائے چند دنوں کے پورا مہینہ روزے رکھتے تھے۔

۲۸۔ الترمذی، السنن (کتاب الصوم) حدیث ۷۴۲؛ ابوداؤد (کتاب الصوم)، حدیث ۲۴۵۰ کے الفاظ یہ ہیں:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یصوم من غرۃ کل شھر ثلاثۃ ایام و قلما کان یفطر یوم الجمعۃ	رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر ماہ میں اس کے سفید دنوں (تیرھویں تا پندرھویں) کے روزے رکھتے تھے اور جمعہ کو بہت کم افطار کرتے تھے۔

۲۹۔ الترمذی، السنن، ۳/۹۴ الشمائل، ص ۱۷۷ (باب ۴۲)۔ حدیث ۲۸۹۔ حدیث کی عبارت درج ذیل ہے:

کان النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یصوم من الشھر السبت والاحد والاثنین ومن الشھر الآخر الثلاثاء والاربعاء والخمیس (ترجمہ حسب متن)۔

۳۰۔ الترمذی، الشمائل، ص ۱۷۸ (باب ۴۲)، حدیث ۱۷۸، الفاظ حدیث یہ ہیں:

سمعت معاذة قال قلت لعائشة أكان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم یصوم ثلاثة ایام من کل شهر قالت نعم قلت من ایة کان یصوم قالت لایبالی من ایةٍ صام	(یزید الرشک کہتے ہیں) میں نے حضرت معاذہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر ماہ تین دن کے روزے رکھتے تھے۔ فرمایا: ہاں میں نے کہا، کن دنوں کے؟ فرمایا اس کی پروا نہیں کرتے تھے، جو بھی دن ہوں۔

۳۱۔ الترمذی، السنن، کتاب الصوم، حدیث ۷۵۳؛ مسلم، ۲/۷۹۲ (کتاب الصیام، باب ۱۹) حدیث ۱۱۲۵۔

۳۲۔ الشمائل، ص ۱۷۸ - ۱۷۹ (باب ۴۲)، حدیث ۲۹۲۔ الفاظ حدیث یہ ہیں:

کان عاشوراء یوماً تصومهٗ قریش فی الجاهلیة وکان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یصومه فلما قدم المدینة صامهٗ وامربصیامه فلما افترض رمضان کان رمضان هوالفریضة و ترک عاشوراء فمن شاء صامهٗ ومن شاء ترکهٗ	قریش مکہ زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی اس کا روزہ رکھتے تھے، جب آپ مدینہ منورہ میں آئے۔ تو آپ نے خود بھی اس کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا۔ مگر جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو رمضان المبارک تو اب فرض قرار پایا

اور آپ نے عاشوراء کا روزہ
چھوڑ دیا' لہٰذا اب جو چاہے روزہ
رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

○ ☆ ○

باب ۲۱

اعتکاف نبویؐ

۱۳۸۔ مسلم اور مسند احمد میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رمضان المبارک میں عبادت کا جتنا اہتمام فرماتے تھے، کسی اور مہینے میں اتنا اہتمام نہیں ہوتا تھا(۱)

۱۳۹۔ مسند احمد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰ ویں تاریخ تک نماز بھی ادا فرماتے تھے، اور سوتے بھی تھے، لیکن جب آخری عشرہ شروع ہوجاتا تو عبادت کے لیے کمر باندھ لیتے تھے اور اپنے تہہ بند کو کس لیتے تھے، یعنی اپنی ازدواج کے پاس تشریف نہیں لے جاتے تھے۔(۲)

۱۴۰۔ مسند احمد اور ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے ایک سال آپ نے اعتکاف نہ کیا تو آئندہ سال دو عشروں کا اعتکاف فرمایا(۳)

۱۴۱۔ ابن ماجہؒ میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سال رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا، پھر آپؐ نے درمیان والے عشرے میں بھی اعتکاف کیا۔ بعد ازاں آپ نے اعتکاف والی جگہ سے اپنا سر باہر نکالا اور فرمایا کہ میں نے رمضان کے پہلے اور دوسرے عشرے میں لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے اعتکاف کیا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ رات آخری عشرے میں آئے گی، لہذا جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہتا ہے وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کرے۔ مجھے وہ رات دکھائی گئی میں نے اسے طاق رات میں دیکھا۔ گویا کہ میں اس رات کی صبح کو کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے ۲۱ ویں رات کی صبح کو دیکھا کہ رات کو بارش ہوئی اور مسجد کی چھت سے پانی ٹپکا اور آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیچڑ

میں سجدہ کیا اور آپ کی ناک اور پیشانی خاک آلود تھی(۴)۔

۱۴۲۔ امام طبرانیؒ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے رمضان کے پہلے' دوسرے اور آخری عشرہ' میں اعتکاف فرمایا اور فرمایا کہ میں نے شب قدر کو آخری عشرہ میں دیکھا' پھر مجھے وہ رات بھلا دی گئی' لہٰذا آپؐ آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے رہے' تاآنکہ آپ کی وفات ہوگئی(۵)۔

آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عبادت کی کچھ تفصیل تھی مزید تفصیل فقہ اور حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قالت عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یجتھد فی العشر الاواخر مالا یجتھد فی غیرہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں جتنی محنت اور کوشش کرتے تھے دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے (مسلم' ۸۳۲/۲ کتاب الاعتکاف' باب (۳) الاجتہاد فی العشر الاواخر من شھر رمضان' حدیث ۱۱۷۵ (۸)۔ اس لیے ہمارے خیال میں متن کی روایت میں آخری عشرہ کی

جگہ رمضان کے الفاظ تصحیف ہیں۔

۲۔ مسند احمد بن حنبل، (درمسند ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا)۔

۳۔ الترمذی السنن، ۳/۱۵۷ (کتاب الصوم، باب ۷۹)۔ حدیث ۸۰۳.... الفاظ حدیث یہ ہیں:

عن انس بن مالک قال كان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان فلم یعتکف عاما فلما كان فی العام المقبل اعتکف عشرین قال ابو عیسٰی هذا حدیث حسن غریب من حدیث انس بن مالک(.... ترجمہ حسب متن ہے)۔

۴۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اسے امام بخاری نے صحیح البخاری میں حسب ذیل مقامات پر روایت کیا ہے:

البخاری، ۴/۲۵۶ (کتاب فضل لیلۃ القدر، باب (۲) التماس لیلۃ القدر فی السبع الاواخر)، حدیث ۲۰۱۶ و ۴/۲۵۹ (باب ۳: تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر)۔ حدیث ۲۰۱۸ و ۴/۲۷۱ کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر)، حدیث ۲۰۲۷ و ۴/۲۸۰ (باب (۹) الاعتکاف وخروج النبیؐ..... جبکہ صحیح مسلم میں یہ حدیث حسب ذیل مقامات پر مروی ہے، ۲/۸۲۴ (کتاب الصیام، باب ۴)، حدیث ۱۱۶۷ (۲۱۵) علاوہ ازیں سنن ابن، ماجہ میں (حضرت ابوسعید الخدری کی روایت سے) یہ حدیث مختصرا" مذکور ہوئی ہے، (ابن ماجہ، السنن، مطبوعہ دارالفکر) ۱۰/۵۵۰ (۵۶)، حدیث ۱۷۶۶)۔

۵۔ الطبرانی، (کتاب الصیام)۔

○ ☆ ○

شمائل واخلاق نبویؐ کے مخطوطہ کے صفحہ اول کا عکس

رب يسر بسم الله الرحمن الرحيم وتمم بالخير

الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله
واصحابه اجمعين كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فخما مفخما
اي عظيما معظما في الصدور والعيون يعني بزرگ داشته شده
در دلهاى و چشمهاى مردم و در جسم مبارك فربهى نبود و بعضى
گويند كه در روى مبارك آنحضرت پرى بود با جمال و مهابت
چنانچه بر آن دلالة ميكند تلألأ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر اي
درخشيد روى مبارك مانند درخشيدن ماه در شب چهاردهم
اطول من المربوع واقصر من المشذب دراز بود آنحضرت از مربوع

شمائلِ واخلاقِ نبویؐ اور تفسیر مظہری کے مصنف، نامور علمی شخصیت
حضرت مولانا قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء)
کی شخصیت اور علمی خدمات کے تعارف میں پہلی کتاب

تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ

شمائلِ واخلاقِ نبویؐ ہی کے مترجم اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور
کے نگران صدر شعبہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف، ایم اے، پی ایچ ڈی
کے قلم سے

صفحات ۶۲۸ قیمت ۳۰۰ روپے

ملنے کا پتہ

نفیس اکادمی

الکریم مارکیٹ ❁ اردو بازار ❁ لاہور

شمائل واَخلاقِ نبویؐ کے مترجم ڈاکٹر محمود الحسن عارف کی چند دیگر تصنیفات وتالیفات اور تراجم

- اسلام کا قانون وقف
  مع تاریخ مسلم اوقاف صفحات ۳۱۴ قیمت ۱۱۰ روپے
- تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ صفحات ۶۲۸ قیمت ۳۰۰روپے
- تذکرہ حافظ محمد یاسین کرنالویؒ صفحات ۹۰ قیمت ۴۰ روپے
- نماز کا مسنون طریقہ صفحات ۱۹۶ قیمت ۵۰ روپے
- اردو ترجمہ بدائع الصنائع (جلد اول) صفحات ۱۰۰۵ قیمت ۴۰۰ روپے
- اردو ترجمہ بدائع الصنائع (جلد پنجم) صفحات ۷۲۸ قیمت ۴۴۰ روپے
- مقالات پروفیسر عبدالقیوم (جلد اول، علمی و تحقیقی)
  (باشتراک) صفحات ۴۱۶ قیمت ۱۵۰ روپے
- مقالات پروفیسر عبدالقیوم (جلد دوم، خطبات و مضامین)
  (باشتراک) صفحات ۴۱۳ قیمت ۱۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

نفیس اکادمی

الکریم مارکیٹ ❁ اردو بازار ❁ لاہور

نفیس اکادمی لاہور کی دو زیر طبع کتابیں

{1}

مولانا ظفر علی خاں کی آپ بیتی

ترتیب و تدوین

رابعہ طارق

{2}

مکاتیب مولانا غلام رسول مہر

بنام پروفیسر سید محمد سلیم

ترتیب و تدوین

ظفر حجازی